نصرۃ

میگزین

نصرۃ میگزین شمارہ 51

نومبر / دسمبر 2019 بمطابق

ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۴۱ ہجری

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورۃ البقرۃ آیت : ۱۹۴-۱۹۵

اے مسلمانو! سب اقدامات شام کی حکومت کو زندگی بخشنے کے لیے اٹھائے جارہے ہیں خواہ آپریشن فرات کی ڈھال ہو یا آپریشن شاخِ زیتون یا امن کی بہار

صرف ہماری ڈھال خلافت ہی مقبوضہ کشمیر کے مظلوموں، زخمیوں اور شہداء کی پکار کا جواب دے گی۔

حق و سچ کی راہ پر استقامت اور مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل ستون کا کردار ادا کرتا ہے

قوم پرستی پر مبنی تقسیم کا طوق گردنوں سے اُتار پھینکو جس نے تمہیں کشمیری مسلمانوں کی پکار کے عسکری جواب سے روک رکھا ہے

ہندوستان کی طرف سے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟

نصرۃ

میگزین/شمارہ 51

نومبر/ دسمبر 2019   بمطابق ربیع الاول/ربیع الثانی 1441 ہجری

اس شمارے میں

اسلام کی ریاست	اداریہ	1
تفسیر سورۃ البقرۃ 195 – 194	شیخ عطاء بن خلیل ابوالرَشتہ	2
حق وسچ کی راہ پر استقامت اور مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر توکل۔۔۔	مصعب عمیر	4
سیاسی شعورو آگاہی	حزب التحریر	8
وراثت سے متعلق چند تصورات جن کی اصلاح ضروری ہے	ابو نزار الشامی	13
سرمایہ دارانہ نظام میں مالی بحران کی وجوہات اور اس کا اسلامی حل	محمد ساجد	17
پاکستان کو استعمار پر انحصار سے بچنے کے لئے عسکری صنعت کی بھرپور ترقی کی ضرورت ہے۔۔۔	عثمان عادل	22
امریکا اور اس کی کٹھ پتلی افغان حکومت کے لیے افغان عورتوں اور بچوں کا خون۔۔۔	مرکزی میڈیا آفس	24
اے مسلمانو! سب اقدامات شام کی حکومت کو زندگی بخشنے کے لیے۔۔۔	حزب التحریر	26
قوم پرستی پر مبنی تقسیم کا طوق گردنوں سے اتار پھینکو۔۔۔	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	30
ہندوستان کی طرف سے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟	سوال وجواب	31
اہلِ طاقت سے نُصرت طلب کرنا	سوال وجواب	38
اوپیک پلس معاہدے کے پس پردہ عوامل	سوال وجواب	47
صرف ہماری ڈھال خلافت ہی مقبوضہ کشمیر کے مظلوموں، زخمیوں اور شہداء کی پکار کا جواب دے گی	میڈیا آفس ولایہ پاکستان	51

اداریہ: اسلام کی ریاست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مظلوم مسلمانوں کی مشکلات کو حل کرنے کے حوالے سے مسلم دنیا کے حکمرانوں اور امتِ مسلمہ کے درمیان موجود خلیج بالکل واضح ہے۔ امتِ مسلمہ ایغور، روہنگیا، فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے مسلسل وحشیانہ مظالم پر شدید اضطراب اور پریشانی کا شکار ہے۔ امّت دین کی بنیاد پر بھائی چارے کے تصور سے جڑی ہوئی ہے اور اسی لیے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ کھڑی ہے۔ لیکن مسلم دنیا کے موجودہ حکمران مظلوم مسلمانوں کی مشکلات اور مصائب کو اپنی تکلیف نہیں سمجھتے۔ یہ حکمران ان مظلوموں کو غیر ملکی کے طور پر دیکھتے ہیں جو ان کی قومی ریاست کی سرحدوں سے باہر بستے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ حکمران مظلوم مسلمانوں کی خاطر جارح اور ظالم اقوام کے ساتھ اپنے معاشی لین دین میں کسی بھی قسم کی برداشت نہیں کرنا چاہتے۔

لہٰذا اس امر کے باوجود کہ مقبوضہ کشمیر میں سخت مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، عرب ریاستوں نے بھارت کے ساتھ اب بھی معاشی تعلقات بر قرار رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے حکمران اب کشمیر کے مسئلے کو اس نظر سے دیکھ رہے ہیں کہ جیسے یہ بھارت کا اندرونی معاملہ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پاکستان کے حکمران اس معاملے پر بین الاقوامی فورمز پر اقلیتوں کو بہتر ماحول فراہم نہ کیے جانے کے حوالے سے احتجاج کر رہے ہیں اور "کشمیر ہماری شہ رگ ہے" کے بیانیے سے خاموشی سے دستبردار ہوتے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے حکمرانوں نے چین کے ساتھ معاشی تعلقات کو بر قرار رکھا ہوا ہے اور چینی حکومت کے ہاتھوں ایغور مسلمانوں پر ہونے والے بدترین مظالم پر ایسے خاموشی اختیار کر رکھی ہے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں رہا۔ پاکستان کے حکمران میانمار (برما) کو جے ایف-17 جنگی طیارے فروخت کرنے کے وعدے پر قائم ہیں جبکہ میانمار کی حکومت روہنگیا مسلمانوں کی نسل کشی کر رہی ہے۔

امت اور اس پر مسلط حکمرانوں کے درمیان موجود خلیج واضح ہے اور وہ وسیع بھی ہوتی جا رہی ہے کیونکہ امت میں اپنے عظیم دین اسلام کے حوالے سے آگاہی اور محبت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور وہ جان گئی ہے کہ ان کی شاندار تاریخ کا تسلسل 1924 میں خلافت کے خاتمے کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ امت موجودہ حکمرانوں کو چھوڑتی چلی جا رہی ہے جو ابھی تک استعماری طاقتوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں اور امت کو قومی ریاستوں میں بانٹ کر "تقسیم کرو اور حکمرانی کرو" "divide and rule" کے استعماری اصول پر قائم و دائم ہیں۔ امت وحدت اور ایک ریاست تلے جمع ہونے کی بات کرتی ہے جبکہ یہ حکمران ابھی تک مسلم قومی ریاستوں کے درمیان تعاون کی بحث میں ہی پھنسے ہوئے ہیں جس نے واضح طور پر مسلمانوں کو تقریباً ایک صدی سے سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں دیا ہے۔

ایک ایسی ریاست کا قیام ہی ہماری صورتحال کو تبدیل اور امت اور حکمرانوں کے درمیان خلیج کو پاٹ سکے گا جو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کرے۔ مسلمانوں کی شناخت کا تعین ان کی نسل یا زبان کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے اسلامی عقیدہ کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ خلافت تمام مسلمانوں کی ریاست ہوتی ہے چاہے وہ کہیں بھی رہتے ہوں کیونکہ اس کی بنیاد اسلامی عقیدہ ہوتی ہے۔ لہٰذا خلافت کے دور میں صرف اسلام ہی ہمارے مفادات کا تعین کرتا تھا اور اسی وجہ سے دنیا کے کسی بھی کونے میں رہنے والے مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دیا گیا تھا۔ محمد بن قاسمؒ ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کے خاتمے کے لیے فارس سے فوج سمیت آئے۔ اور صلاح الدین ایوبیؒ، جو کہ نسلاً کرد تھے، شام میں مسجدِ الاقصیٰ کی آزادی کے لیے مصر سے فوج لے کر آئے۔

ان شاء اللہ، نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کے بعد مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کے درمیان خلیج کی باتیں ماضی کا افسوس ناک باب بن جائیں گی۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے لیے لکھا گیا

ختم شد

تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت 195 - 194

فقیہ اور مدبر سیاست دان امیر حزب التحریر شیخ عطا بن خلیل ابو رَشتہ کی کتاب **تیسیر فی اصول التفسیر** سے اقتباس:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (البقرة: 194). وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلاَ تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

(البقرة: 195)﴾

"حرمت کا مہینہ حرمت کے مہینے کے مقابل ہے اور حرمتوں کو توڑنے کا بدلہ حرمتوں کو توڑنا ہے، پس جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (194) اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں (جہاد چھوڑ کر) ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" (195)

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان آیات میں مندرجہ ذیل کی وضاحت کی:

1۔ جب اللہ نے کفار سے مسجد الحرام میں لڑنے پر مومنین کی گرانی کو دور کر دیا، تو اللہ نے ان آیات میں حرمت کے مہینوں کے دوران کفار سے لڑنے پر گرانی کو بھی دور کر دیا، جب وہ ان سے لڑیں۔

صلح حدیبیہ میں مسلمانوں نے اگلے سال ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ کرنے کو قبول کیا۔ یہ وہ مہینہ تھا جس میں حدیبیہ کے معاہدے پر اتفاق ہوا تھا۔ یوں وہ عمرہ کیا گیا جس کو عمرۂ قضا کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ معاہدے کے تحت ہونے والا متبادل عمرہ تھا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ کفار معاہدہ توڑ کر حرم میں مسلمانوں سے لڑ پڑیں گے تاکہ مسلمانوں کو داخلے سے روک سکیں، اور اس حرمت والے مہینے میں مسلمان حرم میں لڑنے سے ہچکچا رہے تھے کیونکہ یہ ایک حرمت والا مہینہ تھا۔ لہٰذا اللہ نے انہیں اس آیت میں سکھایا کہ، **الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ " حرمت کا مہینہ حرمت کے مہینے کے مقابل ہے اور حرمتوں کو توڑنے کا بدلہ حرمتوں کو توڑنا ہے "** یعنی اگر وہ تم سے لڑیں تو پھر تم بھی ان سے لڑو۔ لفظ "قصاص" سزا کے معاملے میں برابری کا معنی رکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جنگ نہیں کرتے تھے، ماسوائے کہ دشمن جنگ مسلط کرے۔ اگر مسلمانوں پر حملہ نہ ہوتا تو آپ ﷺ اس مہینے میں پر امن رہتے جیسا کہ احمد نے جابرؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ حرمت والے مہینے میں جنگ شروع نہ کرتے ماسوائے کہ دشمن جنگ شروع کر دیتا یا پہلے سے جاری جنگ حرمت والے مہینے میں داخل ہو جاتی۔ لہٰذا جب حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ تک حضرت عثمانؓ کے قتل کی خبر پہنچی، جنھیں عمرہ کے رستے میں حائل رکاوٹ کے سدِباب کیلئے قریش کی طرف بھیجا گیا تھا، تو صحابہؓ نے درخت کے نیچے مشرکین سے لڑنے کیلئے نبیؐ کی بیعت کی اور ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی۔ یہ حرمت والے مہینے (ذوالقعدہ) میں ہوا، اور جب آپؐ تک یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمانؓ کو قتل نہیں کیا گیا تو آپ جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔

اسی طرح فتح مکہ اور جنگِ ہوازن کے بعد حنین کے دن کچھ باقی ماندہ شکست خوردہ کفار نے طائف میں پناہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا پیچھا کیا، گھیراؤ کیا اور منجنیق سے حملہ کیا۔ جب ذوالقعدہ کا مہینہ شروع ہوا، تو گھیراؤ جاری رہا اور رسول اللہ ﷺ نے حرمت کے مہینے کی وجہ سے گھیراؤ ختم نہیں کیا۔ یہ جنگ جاری رہی اور رسول اللہ ﷺ نے صرف اسے کھولنے کی مشکل اور مسلمانوں کی شہادتوں کے وجہ سے گھیراؤ ختم کیا۔ لہٰذا آپؐ اس محاصرے کے 14 دن بعد واپس مکہ آئے جس کی تصدیق دونوں صحیحین (بخاری و مسلم) نے حضرت انسؓ سے کی۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا فرمان، **فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ " پھر جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی"**، یہ اس پر

زور دے رہا ہے جو آیت میں پہلے کہا گیا، **الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ " حرمت کا مہینہ حرمت کے مہینے کے مقابل ہے اور حرمتوں کو توڑنے کا بدلہ حرمتوں کو توڑنا ہے "**لیکن یہ اضافی معنی کے ساتھ ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع میں یہ حرمت والے مہینے میں ان سے جنگ کی اجازت کی طرف اشارہ کرتا ہے، اگر وہ تم سے لڑیں۔اور یہ کہنا، " **اور حرمتوں کو توڑنے کا بدلہ حرمتوں کو توڑنا ہے** " سزا میں برابری کا معنی دیتا ہے، لیکن یہ معنی مسجد الحرام کیلئے مخصوص ہے۔

جبکہ آیت کے آخر میں، **فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ " پھر جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی کہ اس نے تم پر زیادتی کی "**عمومی معنی میں آیا ہے جو شرعی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے تمام زیادتیوں کی سزاؤں کے متعلق ہے جن میں برابری سے تجاوز نہیں ہوتا چاہیے۔

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ قول (فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ)"اس پر زیادتی کرو" استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے "اس کی زیادتی پر اسے سزا دو"۔ یہ اس لیے کہ زیادتی کی سزا کو حقیقت میں زیادتی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

پھر اللہ سبحان وتعالیٰ نے آیت کا اختتام مومنین کے دلوں کو یقین دہانی کرواتے ہوئے کیا کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ ان کی مدد و نصرت کیلئے ان کے ساتھ ہے۔**وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ**" اور جان لو کہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے"۔

2۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ جہاد اور اس پر خرچ کرنے کو ختم کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا مطلب جہاد پر خرچ کرنا ہے، جیسا کہ ان آیات کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے جن میں خرچ کرنے کا ذکر(**فِي سَبِيلِ اللَّهِ**) "اللہ کی راہ میں" کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے اور اس کی وضاحت حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے قسطنطنیہ کی جنگ میں کی۔

ابو داؤد اور دیگر نے اسلم ابی عمران سے روایت کیا جس نے کہا: ہم قسطنطنیہ میں تھے اور روم کی ایک بڑی فوج آگئی۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے دشمن کی صفوں کو توڑ دیا، تو کچھ لوگوں نے کہا، "یہ اپنے آپ کو تباہی میں ڈال رہا ہے"۔ ابو ایوب انصاریؓ کھڑے ہوئے اور کہا، "اے لوگو! تم اس آیت (2-195)کا یہ مطلب نکال رہے ہو جبکہ یہ ، انصار کے لوگوں، یعنی ہمارے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دین کو عزت دی اور اس کے حامی بڑھ گئے، تو ہم میں کچھ نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چھپ کر یہ کہا: "ہم نے اپنا مال کھو دیا اور اللہ نے اپنے دین کو عزت دی اور اس کے حمایتی بڑھے، اگر ہم اپنے مال کیلئے کام کریں تو ہم وہ واپس حاصل کرسکتے ہیں جو ہم نے کھو دیا۔ لہٰذا اللہ نے اپنے نبی پر وحی بھیجی جس نے ہماری بات کا جواب دیا، " **اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو**"۔ تو تباہی جہاد چھوڑ کر مال و متاع کے حصول کے پیچھے لگنا ہے۔ لہٰذا تباہی جہاد پر خرچ سے پیچھے ہٹنا ہے اور "**اللہ کی راہ میں خرچ کرنا**" کا مطلب جہاد پر خرچ کرنا ہے۔

لفظ **التَّهْلُكَةِ** کا مصدر **هُلْك** ہے۔(تفعلة) کی طرز کے مصدر اس مشہور لفظ کے علاوہ عربوں کی زبان میں موجود نہیں۔سِيبَوَيہ نے الفاظ 'تضُرّة' اور تسُرّة روایت کیے جو مصدر الضرر سے لیے گئے جس کا مطلب نقصان ہے اور السرور جس کا مطلب خوشی ہے۔

پھر اللہ سبحانہ تعالیٰ آیت کا اختتام اس حکم پر کرتے ہیں کہ وہ جو جہاد پر خرچ کر سکتے ہیں انھیں چاہیے کہ جہاد پر بہترین میں سے خرچ کریں، یعنی اپنے بہترین مال میں سے یعنی خرچ کرنے میں عمومی طور پر اچھے ہوں۔ اللہ خیر کے کام کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور ان کو جزائے خیر دیتا ہے۔ جو اللہ سے محبت رکھتے ہیں، خیر ان کو آ پہنچتی ہے۔

وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

"اور نیکی کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

ختم شد

حق و سچ کی راہ پر استقامت اور مضبوطی کے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل ستون کا کردار ادا کرتا ہے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس دور میں مسلمانوں میں حکمرانی کی بنیاد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نازل کردہ وحی تھی، مسلمانوں بہادر، تخلیقی، ناقابل تسخیر، دشمنوں پر غلبہ پانے والے اور اسلام کے نفاذ کے لیے نئے علاقے کھولنے والے ہوا کرتے تھے۔ وہ خطرات سے نہیں گھبراتے نہیں کرتے تھے، ہار تسلیم نہیں کرتے تھے اور دین کے معاملے میں کبھی پیچھے نہیں ہٹتے تھے اور نہ ہی اس پر کسی بھی قسم کی مصالحت کرتے تھے۔ ان کے مضبوط، اصولی اور غیر متزلزل موقف کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ حقیقی معنوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پر مکمل توکل کرتے تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل وہ تصور ہے جس کے حوالے سے موجودہ نسل کے اذہان میں ایک الجھن ہے، جبکہ یہ وہ نسل ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کی بحالی کے عظیم چیلنج کا سامنا کررہی ہے۔ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل کا تصور مکمل طور پر واضح نہ ہو تو صبر، استقامت اور بہادری کے ساتھ تاریخ کے دھارے کو مسلمانوں کے حق میں موڑنے کی جدوجہد کمزور پڑجائے گی اور ایسا محسوس ہونے لگے گا کہ شاید یہ ناقابلِ حصول امر ہے۔ اگر توکل کا تصور واضح نہ ہو تو ایمان والوں پر بے عملی، تذبذب، ہچکچاہٹ اور غیر ضروری احتیاط غالب آجاتی ہے اور نتیجتاً وہ مادی وسائل اور زمینی حقائق سے

اگر توکل کا تصور واضح نہ ہو تو ایمان والوں پر بے عملی، تذبذب، ہچکچاہٹ اور غیر ضروری احتیاط غالب آجاتی ہے اور نتیجتاً وہ مادی وسائل اور زمینی حقائق سے مرعوب و مغلوب ہوجاتے ہیں۔
توکل کے تصور کی سمجھ نہ ہو تو جوش و جذبے سرد پڑ جاتے ہیں اور جو کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ حاصل کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر توکل کے تصور کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھ کر اس کو مضبوطی سے نہیں تھاما جائے گا تو مسلمان یہ سمجھنے لگیں گے کہ وہ مقصد کو حاصل کرنے سے قاصر اور انہیں یہ محسوس ہونے لگے گا کہ ان کی طاقت انتہائی محدود ہے وہ اتنا ہی حاصل کرسکتے ہیں جتنا کہ دوسری اقوام انہیں اجازت دیں۔

مرعوب و مغلوب ہوجاتے ہیں۔

توکل کے تصور کی سمجھ نہ ہو تو جوش و جذبے سرد پڑ جاتے ہیں اور جو کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ حاصل کرنا بھی مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر توکل کے تصور کو اس کے صحیح تناظر میں سمجھ کر اس کو مضبوطی سے نہیں تھاما جائے گا تو مسلمان یہ سمجھنے لگیں گے کہ وہ مقصد کو حاصل کرنے سے قاصر اور انہیں یہ محسوس ہونے لگے گا کہ ان کی طاقت انتہائی محدود ہے وہ اتنا ہی حاصل کرسکتے ہیں جتنا کہ دوسری اقوام انہیں اجازت دیں۔ مسلمان اپنی عظمت رفتہ بحال نہیں کرسکتے، اپنے دین کو غالب نہیں کرسکتے سوائے اس کے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پر مکمل توکل کرکے آگے بڑھیں۔ یقیناً عظیم مہمات، جیسا کہ ایک ایسے وقت میں اسلامی طرز زندگی کی بحالی کی دعوت پیش کرنا جب جابر حکمرانوں کا سامنا ہو یا نُصرۃ کے حصول کی کوشش کرنا، پر پیش قدمی نہیں کی جاسکتی اگر مسلمان اپنی طاقت کو صرف انسانی پیمانوں پر جانچیں گے۔ اگر ایک مسلمان انسانی طاقت کو سمجھ کر صرف اس کے مطابق ہی عمل کرتا ہے تو مشکل کام تو دور کی بات عام اور آسان کام بھی پہاڑ لگنے لگتے ہیں۔ لیکن اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل کے تصور کو صحیح سمجھا ہو تو مسلمان اپنی جسمانی اور مادی صلاحیتوں سے بہت زیادہ حاصل کرسکتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طاقت تو لامحدود ہے۔

یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ وہ واحد ذات ہے جن پر بھروسہ کیا جانا چاہیے اور جو بھروسہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اور اس بنیاد پر اس کے بندوں کو چاہیے کہ وہ ہر عمل اس کے احکامات کے مطابق ہی ادا کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ واحد "الخالق" ہے جس نے تمام کائنات کو عدم سے وجود بخشا جس میں ناقابل شمار کہکشائیں ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی واحد "القوی" اور "المقتدر" ہے اور جو کچھ انہوں نے تخلیق کیا ہے اس کے تمام معاملات ان ہی کی مرضی کے مطابق چلتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ "المحیی" (زندگی دینے والا) اور "الممیت" (موت دینے والا) ہے، اور صرف وہ ہی زندگی دیتا ہے اور ایک مخصوص وقت پر زندگی ختم کر دیتا ہے۔ ایک بھی زندہ شے ایسی نہیں جو اپنے وقت سے پہلے موت کا شکار ہو جائے چاہے اس نے بزدلی یا بہادری کی زندگی گزاری ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ "الرازق" اور "الوھاب" ہے اور صرف وہی ہر ایک زندہ شے کو رزق دیتا ہے، اسی کی مرضی سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ رزق ملتا ہے اس بات سے قطع نظر کہ وہ کنجوس ہے یا وہ سخی ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی "المعز" (عزت دینے والا)، "المذل" (ذلت دینے والا) اور "الفاتح" (کامیابی دینے والا) ہے جس نے اسلامی امت کو اس کے دشمنوں پر کامیابیاں دیں اور ان کے ہاتھوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور دین اسلام کے دشمنوں کو ذلیل و رسوا کیا۔

اور یقیناً یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے متقی بندوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے جن مشکلات کا سامنا کرتے ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اُن معاملات میں ان کی مدد فرمائے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجاً "اور جو کوئی اللہ سے ڈرے (تقویٰ) تو اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا"** (الطلاق 65:2)۔ لہٰذا جو بھی اللہ سے ڈرتا ہے یعنی جس چیز کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور جس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے منع فرمایا وہ اس سے باز رہتا ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی ہر مشکل سے نکلنے کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کی وہاں سے مدد فرمائے گا جہاں سے وہ توقع بھی رکھتا تھا یا جس کے متعلق وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا، **يعلم أنه من عند الله، وأن الله هو الذي يعطي ويمنع "اس کا تعلق اس وقت سے ہے جب کوئی جانتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا ہے تو دیتا ہے، اور اگر چاہتا ہے تو محروم کر دیتا ہے"**۔ اور عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا، **نجاته من كل كرب في الدنيا والآخرة " دنیا اور آخرت کی تمام پریشانیوں سے اس کے نجات کا راستہ "**۔ لہٰذا خلافت کے داعیوں اور ان کے لیے جنہوں نے خلافت کے قیام کے لیے نصرۃ دینی ہے، ان دونوں کو یہ یقین دلایا گیا ہے کہ ان کی ہر اس کام میں جو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے کریں گے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کی مدد کریں گے۔

ایک توکل کرنے والا مسلمان جانتے بوجھتے جان و مال کا خطرہ اٹھاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی اس مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ "اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ (اللہ) اس کے لیے کافی ہو گا"** (الطلاق 65:3)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل ایمان والے میں بہادری کے جذبے کو پیدا کرتا ہے اور ناامیدی، منفی سوچ اور بے بسی کے احساس سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ تصور مسلمان کی بصیرت میں وسعت پیدا کرتا ہے اور تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو متحرک کرتا ہے۔ وہ جو حقیقی معنوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی

ایک توکل کرنے والا مسلمان جانتے بوجھتے جان و مال کا خطرہ اٹھاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی اس مدد نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ "اور جو اللہ پر بھروسہ رکھے گا تو وہ (اللہ) اس کے لیے کافی ہو گا"** (الطلاق 65:3)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل ایمان والے میں بہادری کے جذبے کو پیدا کرتا ہے اور ناامیدی، منفی سوچ اور بے بسی کے احساس سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ تصور مسلمان کی بصیرت میں وسعت پیدا کرتا ہے اور تمام مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے اس کی تخلیقی صلاحیتوں کو متحرک کرتا ہے۔

ذات پر توکل کرتا ہے تو وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کس حکم پر عمل کیا جاسکتا ہے اور کس حکم پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے اسے کوئی نہ کوئی رستہ مل ہی جاتا ہے اور وہ اللہ کے حکم پر عمل کرلیتا ہے۔ اور وہ جو توکل کے تصور کو سمجھتا ہے یہ نہیں دیکھتا ہے کہ جس عمل سے اللہ نے منع فرمایا ہے اس سے بچا جاسکتا ہے یا نہیں بچا جا سکتا۔ وہ جو حقیقی معنوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کے حصول کی راہ میں وہ کسی انسان کی ناراضگی کی پروا نہیں کرتا۔ امام احمد سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا ، **يَا غُلَامُ إِنِّي مُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ: احْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ، احْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللهُ عَلَيْكَ، رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ**" اے لڑکے! بیشک میں تمہیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں: تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، تو اللہ کے حقوق کا خیال رکھو اسے تم اپنے سامنے پاؤ گے، جب تم کوئی چیز مانگو تو صرف اللہ سے مانگو، جب تو مدد چاہو تو صرف اللہ سے مدد طلب کرو، اور یہ بات جان لو کہ اگر ساری امت بھی جمع ہو کر تمہیں کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تمہیں اس سے زیادہ کچھ بھی نفع نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ تمہیں کچھ نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے ہیں "۔ صرف یہی نہیں کہ وہ ذات صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی ہے جو بھروسہ کرنے کا حق رکھتی ہے، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے کا خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل نہیں کرتا تو وہ گناہ گار ہے۔ اللہ پر توکل قران کی آیت سے ثابت شدہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ" اور اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں** "(آل عمران 3:160)۔ السعدی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ، على الله توكلوا لا على غيره، لأنه قد علم أنه هو الناصر وحده، فالاعتماد عليه توحيد محصل للمقصود، والاعتماد على غيره شرك غير نافع لصاحبه، " اللہ پر بھروسہ کریں اور کسی پر نہیں، کیوں کہ بندہ جانتا ہے کہ وہ واحد مددگار ہے، اس پر بھروسہ کرنا مطلوبہ انجام کی توحید ہے، اور دوسروں پر انحصار کرنا شرک اور اس کے لیے بیکار ہے جو ایسا کرتا ہے "۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ " کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے** "(التوبة 9:51)۔ البغوی نے اپنی تفسیر میں کہا، هو مولانا، "وہ ہماری حفاظت کرنے والا ہے"، اور یہ کہ وہ ناصرنا و حافظنا "وہ ہمارا مددگار ہے اور ہمارا محافظ ہے"۔ اور ابن کثیر نے کہا کہ، سيدنا و

صرف یہی نہیں کہ وہ ذات صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی ہے جو بھروسہ کرنے کا حق رکھتی ہے، بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے کا خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ کہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر توکل نہیں کرتا تو وہ گناہ گار ہے۔ اللہ پر توکل قران کی آیت سے ثابت شدہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ" اور اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں** "(آل عمران 3:160)۔

ملجؤنا" ہمارا آقا اور محافظ "ہے۔ لہٰذا خلافت کے داعیوں اور وہ جن کے ہاتھ میں نصرہ ہے، دونوں کو امید اور بہادری اور ایمان کے ساتھ حرکت میں آنا چاہیے، یہاں تک کہ ان کی توانائی اور کوشش سوئے ہوئے لوگوں کو جگادے اور متحرک لوگوں میں توانائی بھر دے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے: **اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ** "(اونٹ کو) باندھو اور توکل (اللہ کی ذات پر) کرو "(الترمذی)۔ تو یہ حدیث توکل کو مسترد یا محدود نہیں کرتی بلکہ یہ اس بات کی جانب توجہ دلاتی ہے کہ اسباب کو بھی اختیار کرنا ہے۔ یہ بدو کو سمجھانے کا ایک طریقہ تھا جب اس نے یہ سمجھا کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ وجوہات اور اثرات سے بیگانہ ہو جانا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ توکل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وجوہات اور اثرات سے بے گانہ ہو جائیں۔ لہٰذا ایک مسلمان مادی وسائل و اسباب پر غور کرتا ہے، انہیں بروئے کار لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن وہ بہت بڑے نتیجے کی امید رکھتا ہے کیونکہ اس نے صرف مادی وسائل و اسباب پر ہی بھروسہ نہیں کیا تھا بلکہ سب سے طاقتور ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کیا تھا۔

تو آئیں کہ ہم خود کو ایک انتہائی طاقتور اسلحہ، توکل علی اللہ، سے لیس کر لیں۔ آئیں کہ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کی بحالی کے لیے اپنی جدوجہد میں اسے ڈھال اور تلوار دونوں صورتوں میں استعمال کریں۔ ہمیں اپنے سفر کی طوالت پر نظر نہیں رکھنی بلکہ اس راہ پر اس یقین کے ساتھ چلتے چلے جانا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے اس مقصد کے حصول میں آسانی پیدا فرمائیں گے۔ ہماری راہ میں کھڑی کی جانے والی رکاوٹوں سے ہمیں گھبرانا نہیں ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان رکاوٹوں کو عبور کرنے میں ہماری اس طرح سے مدد فرمائیں گے جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے اور کفار حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ** " اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے۔ تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا پروردگار اس سے بے خبر نہیں"

(ھود 11:123)۔

ختم شد

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے: **اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ**"(اونٹ کو) باندھو اور توکل (اللہ کی ذات پر) کرو"(الترمذی)۔ تو یہ حدیث توکل کو مسترد یا محدود نہیں کرتی بلکہ یہ اس بات کی جانب توجہ دلاتی ہے کہ اسباب کو بھی اختیار کرنا ہے۔ یہ بدو کو سمجھانے کا ایک طریقہ تھا جب اس نے یہ سمجھا کہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ وجوہات اور اثرات سے بیگانہ ہو جانا ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ توکل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وجوہات اور اثرات سے بے گانہ ہو جائیں۔ لہٰذا ایک مسلمان مادی وسائل و اسباب پر غور کرتا ہے، انہیں بروئے کار لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتا ہے لیکن وہ سب سے طاقتور ذات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کیا تھا۔

سیاسی شعور و آگاہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیاسی آگاہی کا مطلب سیاسی حالات، عالمی صورتحال سے آگاہی، سیاسی واقعات یا عالمی سیاست یا سیاسی کاروائیوں پر نظر رکھنا نہیں، اگرچہ یہ امور اس میں کمال حاصل کرنے کیلئے لازم ہیں۔ سیاسی آگاہی دنیا کو ایک خاص زاویے سے دیکھنے کو کہتے ہیں، جو ہماری نسبت سے اسلامی عقیدے کا زاویہ ہے اور وہ زاویہ یہ ہے: **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ**

اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

<< أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ، فاذا قالو ھا عصموامنى دمائهم وأموالهم الابحقِّها>>

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ لڑتا رہوں، جب تک کہ وہ یہ کہہ نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو ان کے جان و مال محفوظ ہو جائیں گے، ماسوائے کہ جو حق ان پر ادا کرنا لازم ہے"

یہی سیاسی شعور ہے۔ تو کسی خاص زاویے کے بغیر دنیا کو دیکھنا سطحی چیز ہے، یہ سیاسی شعور نہیں ہو گا۔ اور علاقائی یا خطے کی سوچ رکھنا ایک معمولی شے ہے، اس کو سیاسی شعور نہیں کہتے۔ سیاسی شعور اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دو عنصر اس کے اندر موجود نہ ہوں: ایک، پوری دنیا کو نگاہ میں رکھنا اور دوسرا یہ کہ اس نگاہ کا سرچشمہ ایک خاص اور متعین زاویہ ہو۔ یہ زاویہ کوئی بھی ہو سکتا، چاہے یہ ایک معین آئیڈیالوجی ہو یا معین فکر ہو یا معین مفاد وغیرہ ہو۔ یہ سیاسی شعور کی حقیقت کے حوالے سے تھا

> سیاسی آگاہی دنیا کو ایک خاص زاویے سے دیکھنے کو کہتے ہیں، جو ہماری نسبت سے اسلامی عقیدے کا زاویہ ہے اور وہ زاویہ یہ ہے:
> **لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ**
> (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)
> سیاسی شعور اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ دو عنصر اس کے اندر موجود نہ ہوں: ایک، پوری دنیا کو نگاہ میں رکھنا اور دوسرا یہ کہ اس نگاہ کا سرچشمہ ایک خاص اور متعین زاویہ ہو۔ یہ زاویہ کوئی بھی ہو سکتا، چاہے یہ ایک معین آئیڈیالوجی ہو یا معین فکر ہو یا معین مفاد وغیرہ ہو۔ یہ سیاسی شعور کی حقیقت کے حوالے سے تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ایک مسلمان کی نسبت سے معین زاویہ اسلامی عقیدہ ہی ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ایک مسلمان کی نسبت سے معین زاویہ اسلامی عقیدہ ہی ہے۔ یہ سیاسی شعور ہے۔ چونکہ یہی اس کی حقیقت ہے تو ایک سیاسی شخص پر قدرتی طور پر یہ لازم ہے کہ وہ انسانوں کے ہاں بحیثیت انسان، زندگی کے بارے میں ایک معین تصور ایجاد کرنے کیلئے کوشش کرے، خواہ جہاں بھی ہو۔ اس تصور کی ایجاد ہی وہ پہلی ذمہ داری ہے جو سیاسی شعور رکھنے والے کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے کہ جسے اس ذمہ داری کو قبول کر کے ادا کئے بغیر چین ہی نہ آئے۔

سیاسی شعور کے حامل شخص پر لازم ہے کہ جس وقت وہ اپنے تصورات کو راسخ کرنے اور اپنی رجحانات کو پختہ کرنے کیلئے تگ و دو کر رہا ہو، تو وہ ان تمام رجحانات کے خلاف اعلانِ جنگ کرے، جو اس کے رجحان کے مخالف ہوں اور ان تمام تصورات کے خلاف میدان جنگ میں کود جائے جو اس کے تصورات سے متصادم ہوں۔ تو وہ بیک وقت دو محاذوں پر لڑتا ہے۔ یہ دونوں سمتیں اس جنگ میں ایک دوسرے سے بال برابر جدا نہیں ہوتیں، کیونکہ یہ دونوں ایک ہی شے ہیں۔ وہ توڑتا بھی ہے اور درست بھی کرتا ہے، تخریب بھی کرتا ہے اور تعمیر بھی، وہ روشنی کے دیے جلا کر اندھیروں کو منتشر کرتا ہے، ایسے شخص کی مثال یوں ہے: "وہ آگ بھی ہے جو بگاڑ کو جلاتی ہے اور روشنی بھی ہے جو سیدھا راستہ دکھاتی ہے"۔ اور جیسا کہ تصورات کو راسخ کرنے اور اپنے رجحانات کو مضبوطی سے پیوست کرنے میں حقیقت (صورتِ حال) پر افکار کے اطلاق کے دوران منطق یا آزاد نقطہ نظر سے دوری رکھی جائے، اسی طرح ان الزامات کے خلاف اعلان جنگ بھی رجحانات کے خلاف جدوجہد کا حصہ ہے جو زندگی کے بارے میں اس کے تصورات پر لگائے جائیں۔ اسی کے تحت ان راسخ شدہ تصورات کے خلاف جنگ بھی

آتی ہے، جوانحطاط کے دور سے چلے آئے ہیں۔ دشمنوں کے افکاراوراشیاء کی بابت گمراہ کن پروپیگنڈاکے اثرات کے خلاف جنگ کرنا، یا بلند مقاصد اور دوررس اہداف پر جزوی مقاصد اوروقتی اہداف کوفوقیت دینے کے خلاف جنگ بھی اس کا حصہ ہے۔ یعنی سیاسی شعور کا حامل شخص دومحاذوں پہ جنگ لڑتاہے: داخلی اوربیرونی، دوسمتوں میں بڑھتاہے:تعمیراور تخریب، دومیدانوں میں کام کرتاہے:سیاست کامیدان اور فکری میدان۔ خلاصہ یہ کہ وہ کارزارِحیات کے اعلیٰ ترین میدانوں میں جا گھستاہے، اس لئے سیاسی شعور کے حاملین کاجب حقیقت اورانسانوں اورزندگی کے مسائل کے ساتھ واسطہ پڑتاہے تو ان کا معاملات کے ساتھ تصادم ایک لازمی امرہے،اس میں داخلی علاقائی اورعالمی سطح کا کوئی فرق نہیں۔ اس تصادم کے دوران اس پیغام کو پہنچانے میں کہ جس کا وہ علمبردارہے اور اپنے اختیار کردہ مفہوم کے مطابق دنیا کو دیکھنے میں اس کی قابلیت نکھر کر سامنے آتی ہے اور وہ ان دونوں کے لیے مخصوص زاویے کوبنیاد اور فیصلہ کن بناتا ہے،اس مقصد کیلئے وہ کوشش کرتاہے اور اس ہدف کو وہ حاصل کرناچاہتاہے۔ ہاں اگراسے اپنے نفس کی چالوں کی خبر نہیں تو اس مخصوص زاویے کودیکھتے ہوئے، جس کااس نے اپنے آپ کوپابند کیا ہوا ہے اوراپنے خاص ذوق اور متعین میلانات کی وجہ سے، چاہے وہ فطری ہوں یافکری، یہ اندیشہ ہے کہ وہ حقائق کواپنامن پسند رنگ دے دے، یاافکار کی اپنی خواہش کے مطابق تاویل کرے،وہ خبروں کواُس نتیجے کے مطابق سمجھے، جس تک وہ پہنچنا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ آراء اور خبروں پر اپنے میلانات کومسلط کرنے سے پرہیز کرے۔ بسا اوقات نفس کا کسی ذاتی، جماعتی یافکری امر کے ساتھ لگاؤ، اسے اس طرف لے جا سکتا ہے کہ وہ ایک رائے کی تفسیر کرے کہ یہ سچی ہے جبکہ وہ جھوٹی ہویااس کے خیال میں وہ چیز جھوٹی ہو جبکہ وہ سچی ہو۔ اس لئے سیاسی شعور کے حامل شخص کیلئے اشد ضروری ہے کہ جوبات کہی جارہی ہے یاجو کام کیا جارہاہے، اس کا اچھی طرح جائزہ لے لے۔ حقائق خواہ اشیاء ہوں یاواقعات، کے لیے حسی ادراک اور منطقی احساس کاہونالازم ہے، لیکن یہ ادراک اس کی چاہت اوررغبت کی بجائے صرف انہی حقائق کاہوناچاہئے۔ اور جہاں تک افکار کی بات ہے، توان کی حقیقت کے مطابق ان کو سمجھنالازم ہے۔ پھراپنے ذہن کو وہ باہر کی طرف منتقل کرے، یعنی اپنی اِس بصیرت کے ساتھ وہ اُس حقیقت کودیکھے جواس فکر کی نمائندگی کرتی ہے۔ پھراس فکر کو اسی حقیقت کے مطابق سمجھے، جو اس فکر کی طرف اشارہ کرتی ہے، نہ کہ اپنی چاہت کے مطابق۔ یہ صحیح ہے کہ حقیقت کی یہ تعبیر کبھی مجازی ہوتی ہے، کبھی استعارہ ہوتاہے اور کبھی کنایہ (اشارہ)، یہ ایک جملہ بھی ہوسکتا ہے جس کے معنی ترکیبِ کلام سے متعین ہوتے ہوں، نہ کہ محض ان الفاظ سے کہ جن سے یہ جملہ بناہے، لیکن یہ امراس کواپنے ذہن کوباہر کی طرف منتقل کرنے اور اس حقیقت کودیکھنے سے باز نہیں رکھتاجس پرجملہ لغۃً دلالت کرے، وہ معنی کہ جو اہل لغت نے اس جملے کا بیان کیاہو۔ لہٰذاسیاسی شعور کے حامل شخص کیلئے حق کا ساتھ دیناضروری ہے، مگراس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اس نقطہ نگاہ کے مطابق ہو، جس کواس نے پختہ یقین کے ساتھ قبول کیاہے اوروہ حقائق کو حقائق ہی کی نظر سے دیکھے، لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ نظر حقیقت کے احساس یا فکرپر مبنی ہو۔ ایسا کرنے سے اس کا شعور کامل ہوجاتاہے، کیونکہ اسے غوروفکر کے وسائل حاصل ہوچکے ہیں۔ اوریہ ضروری ہے کہ اس کے ہاں دنیا کو دیکھنے کا مخصوص زاویہ اس کے ویژن، احساس اور فہم وادراک کی بنیاد بن جائے۔

سیاسی شعور کے حامل شخص کیلئے حق کا ساتھ دیناضروری ہے، مگراس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اس نقطہ نگاہ کے مطابق ہو، جس کواس نے پختہ یقین کے ساتھ قبول کیاہے اوروہ حقائق کو حقائق ہی کی نظرسے دیکھے، لیکن یہ ضروری ہے کہ یہ نظر حقیقت کے احساس یا فکرپر مبنی ہو۔ ایسا کرنے سے اس کاشعور کامل ہوجاتاہے، کیونکہ اسے غوروفکر کے وسائل حاصل ہوچکے ہیں۔ اوریہ ضروری ہے کہ اس کے ہاں دنیا کو دیکھنے کا مخصوص زاویہ اس کے ویژن، احساس اور فہم وادراک کی بنیاد بن جائے۔

اس پس منظر میں یہ سوال اُٹھایاجاتاہے کہ حق کی پابندی کرنے والے اور حقائق کو جوں کے توں دیکھنے والے سیاسی شعور کے حامل شخص کی غیر جانبداری اور دنیا کوایک خاص زاویے سے دیکھنے کو کس طرح یکجا کیاجاسکتاہے؟ اس قسم کے سوالات امور پر سطحی نگاہ رکھنے سے پیدا ہوتے ہیں،جب انسان بحث کو گہرائی کے ساتھ سمجھ لیتاہے، تووہ اس قسم کے سوال نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیاء کی حقیقت اوران پرحکم لگانے کے درمیان فرق ہے۔ اشیاء کی حقیقت

میں لوگ اختلاف نہیں کرتے۔ اگر یہ حقیقت آنکھوں سے دِکھتی ہے، تو ہر صاحب بصارت اس کو جوں کا توں دیکھے گا، الاّیہ کہ اسے دھوکہ دیا جائے یا گمراہ کیا جائے، اور جب حقیقت کا تعلق احساس کے ساتھ ہو تو ہر وہ شخص جو احساس رکھتا ہو، شے کو محسوس کر سکے گا، خواہ چکھ کر ہو جیسے کڑواہٹ یا مٹھاس، خواہ چھو کر جیسے ملائم ہونا اور کھردراپن، خواہ اس کا تعلق سننے سے ہو جیسے آوازیں، خواہ سونگھنے سے ہو جیسے بو۔ پس تھوڑے بہت فرق سے قطع نظر لوگ اشیاء کو جوں کا توں محسوس کرتے ہیں، البتہ اشیاء پر حکم لگانے میں لوگ مختلف ہوتے ہیں۔ لہٰذا جہاں بنی کے مخصوص زاویے کا تعلق، اشیاء اور افعال پر حکم لگانے کے ساتھ ہے، اور حقائق کو جوں کے توں دیکھنے کا تعلق احساسات وادراکات (اَفہام) کے ساتھ ہے۔ اس لئے حقائق کو جوں کے توں دیکھنا اور حق کا ساتھ دینا ضروری ہے، نیز دنیا، واقعات اور اشیاء کو مخصوص زاویے سے دیکھنا بھی ضروری ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ عالمی سیاست پر یہ کس طرح لاگو ہوتا ہے، تو ہم اس کیلئے کچھ مثالوں کو سامنے رکھیں گے جس سے معلوم ہو گا کہ سیاسی واقعات کو مخصوص زاویے سے کس طرح دیکھا جاسکتا ہے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی سیاست میں سے چند مثالیں لائیں گے، کچھ مثالیں قرونِ وُسطیٰ کی سیاست کی اور کچھ عصرِ حاضر کی سیاست سے پیش کریں گے۔ وہ مخصوص زاویہ نگاہ جس سے آپ ﷺ دنیا کو دیکھتے تھے وہ دعوت کو پھیلانا تھا۔ قریش جو اس وقت جزیرہ نما عرب میں بڑی ریاست تھی اور کفر اسی کی قیادت میں دعوت کا مقابلہ کر رہا تھا، آپ ﷺ نے سیاسی اور جنگی کاروائیوں کو قریش تک محدود کرنے کو اپنا ہدف بنایا۔ چنانچہ آپ ان پر نظر رکھنے کیلئے جاسوسوں کو بھیجا کرتے تھے، قریش کے تاجروں کا پیچھا کرتے تھے اور جنگی معرکوں میں ان کے ساتھ جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ اور آپ ﷺ نے باقی ریاستوں، یعنی قبائل کے بارے میں اتنا ہی کافی سمجھا کہ وہ تماشائی بنے نظارہ کرتے رہیں، یا جسے لوگ غیر جانبدار کہتے ہیں۔ تو آپ ﷺ کی تمام سیاسی وعسکری کاروائیاں دنیا کو دیکھنے کے مخصوص زاویے سے پھوٹتی تھیں۔ رسول ﷺ کو جب خیبر کے بارے میں پتہ چلا کہ وہ قریش کے ساتھ ایک معاہدہ کر کے مدینہ پر یلغار کرنے والے ہیں، جس کا مقصد (نعوذ باللہ) محمد ﷺ کو ختم کرنا اور اسلام کا صفایا کرنا ہے، تو آپ ﷺ نے عمل کا زاویہ اس طرح متعین کیا کہ قریش کے ساتھ جنگ بندی یا صلح کی جائے، تا کہ اس کے بعد وہ یکسوئی کے ساتھ خیبر کا صفایا کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس مخصوص زاویے سے اپنی مستقبل کی کاروائیوں کیلئے امن کی پالیسی کو اساس کے طور پر اپنا لیا جب تک کہ اس سے آپ ﷺ کے اہداف حاصل ہوتے رہیں۔ پس اس مرحلے میں آپ ﷺ کا عمرہ کے لیے جانا اور قریش کی طرف سے ضد کے باوجود آپ ﷺ کی رضامندی، قریش کی اکھڑپن کے مقابلے میں آپ ﷺ کی نرمی، اور اپنے اصحاب کی مخالفت وغیرہ جیسی تمام کاروائیاں اسی امن پالیسی کی کڑیاں تھیں۔ تو جس دشمن پر آپ ﷺ نے توجہ مرکوز کر کے اس کے ساتھ سیاسی کاروائیاں شروع کی تھیں، یہ سب کی سب ایک مخصوص زاویے سے نکلتی تھیں اور اس مخصوص زاویہ کے تقاضوں کے مطابق ہوا کرتی تھیں۔

تو یہ دو مثالیں رسول ﷺ کی کاروائیوں کی ہیں: ایک عام کاروائی، جو ایک بڑی ریاست پر جو کہ دشمنوں کا سرغنہ تھی، مخصوص زاویہ سے توجہ مرکوز کرنے کی تھی۔ دوسری خاص کاروائی، جو ایک متعین ہدف پر توجہ مرکوز کرنے کی تھی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے ایک خاص زاویہ اپنایا اور اسی خاص زاویے سے سیاسی وعسکری تدابیر اور کاروائیوں کو دیکھا۔ اس سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ سیاسی واقعات کے متعلق مخصوص زاویہ نگاہ کاروائیوں اور تدابیر پر کس طرح لاگو کیا جاتا ہے اور یہ کہ اگر یہ مخصوص زاویہ نگاہ موجود نہ ہو تو کاروائیوں کا کوئی معنی نہیں۔

وہ مخصوص زاویہ نگاہ جس سے آپ ﷺ دنیا کو دیکھتے تھے وہ دعوت کو پھیلانا تھا۔ قریش جو اس وقت جزیرہ نما عرب میں بڑی ریاست تھی اور کفر اسی کی قیادت میں دعوت کا مقابلہ کر رہا تھا، آپ ﷺ نے سیاسی اور جنگی کاروائیوں کو قریش تک محدود کرنے کو اپنا ہدف بنایا۔ چنانچہ آپ ان پر نظر رکھنے کیلئے جاسوسوں کو بھیجا کرتے تھے، قریش کے تاجروں کا پیچھا کرتے تھے اور جنگی معرکوں میں ان کے ساتھ جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ اور آپ ﷺ نے باقی ریاستوں، یعنی قبائل کے بارے میں اتنا ہی کافی سمجھا کہ وہ تماشائی بنے نظارہ کرتے رہیں، یا جسے لوگ غیر جانبدار کہتے ہیں

بڑی ریاستوں نے برلن کانفرنس کے بعد اسلامی ریاست یعنی ریاستِ عثمانیہ کے املاک کی لوٹ مار کو زاویہ مخصوصہ بنالیا۔ صرف یہ نہیں تھا کہ ریاستِ عثمانیہ کا خاتمہ کیا جائے اور اس کے باوجود کہ ان ریاستوں نے دونوں امور پر بحث کی اور دوسرے امر پر اتفاق بھی ہوا تھا، مگر اس کو زاویہ مخصوصہ نہیں بنایا۔ اس لئے ان ریاستوں کی تمام کی تمام کاروائیاں اسی زاویہ مخصوصہ کے مطابق ڈھلتی گئیں اور ان میں باہمی سیاسی کشمکش شروع ہوگئی جو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک جاری رہی۔ یہ کشمکش اگرچہ اسلامی ریاست کے انہدام کے ساتھ ختم ہوگئی، مگر یہ وہ زاویہ مخصوصہ نہیں تھا جس سے یہ ریاستیں سیاسی کاروائیوں اور سیاسی واقعات اور کاروائیوں کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ مخصوص زاویہ جس سے یہ ریاستیں اس معاملے کو دیکھتی تھیں، وہ تھا جو ان کی پالیسیوں اور سیاسی کاروائیوں کے متعلق نقطۂ نظر کو کنٹرول کرتا تھا۔

امریکہ نے دوسری عالمی جنگ کے بعد کہا کہ دنیا ایک کمپنی ہے، اور امریکہ اس کمپنی میں سب سے زیادہ شئیرز کا مالک ہے، لہٰذا اس کمپنی کا انتظام بھی اس کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ امریکہ نے اپنی اس بات کو زاویہ مخصوصہ بنالیا جس سے وہ دنیا کو دیکھتا ہے۔ پس اس کی تمام کاروائیاں اسی زاویہ کے مطابق ڈھلنے لگیں اور دنیا میں رونما ہونے والی سیاسی کاروائیوں کو اسی زاویہ سے دیکھنے لگا۔ اس زاویہ سے دیکھنے نے اس کو سوویت یونین کے ساتھ اتفاق بلکہ معاہدہ کروایا اور برطانیہ و فرانس اس کے نزدیک اجنبی بن گئے۔ پھر سوویت یونین کے سقوط کے بعد اس کے نقطۂ نظر میں تبدیلی آئی۔ اب نہ صرف فرانس اور برطانیہ، بلکہ دنیا کی ہر ریاست اس کیلئے اجنبی بن گئی۔ امریکہ اس میں آخری حد تک گیا، وہ تمام معاہدات بھی اس کے لیے اجنبی بن گئے جن پر دنیا والوں نے اتفاق کیا تھا۔ پس وہ کیوٹو Kyoto معاہدے سے نکل گیا اور اس نے بارودی سرنگیں نکالنے کے معاہدات میں شمولیت اور جرائم کی عالمی عدالت کے قیام کو بھی مسترد کر دیا وغیرہ۔ اس کا زاویہ مخصوصہ جس سے وہ دنیا کو دیکھتا تھا، اس کی بنیاد دیگر مقابل ریاستوں کی عدم موجودگی تھی، جن کے ساتھ وہ برابری کی سطح پر معاہدات کرے۔ اس لئے اس کا رجحان انفرادیت کی طرف ہونے لگا اور وہ دوسری بڑی ریاستوں کے ساتھ تسلط اور بالادستی کا معاملہ کرنے لگا۔

یہ ہے دنیا میں جاری سیاسی واقعات کو مخصوص زاویے سے دیکھنے کی کیفیت۔ خواہ یہ زاویہ عام ہو، جیسا کہ دعوت کے پھیلاؤ کو خارجہ پالیسی کیلئے بنیاد بنایا جائے، یعنی ایک مخصوص نقطۂ نظر سے دنیا کو دیکھا جائے، یا یہ زاویہ مخصوص زاویہ ہو، جیسے کہ ایک مخصوص ریاست تک دشمنی کو محدود کرنا، جس پر کنٹرول کے ذریعے باقی دنیا کی طرف بڑھا جائے، یا یہ زاویہ خاص الخاص ہو، مثلاً کسی خاص سیاسی معرکہ میں شمولیت تاکہ دیگر ریاستیں اس ریاست کے سیاسی معرکوں کا نمونہ دیکھ لیں۔ تو زاویہ مخصوصہ سے سیاسی کاروائیوں اور واقعات پر نقطہ نظر کا اطلاق آسان امر ہے، اس کے لیے عملی سیاست میں کردار ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے فہم کیلئے گہرائی سے سیاسی واقعات کو مدنظر رکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست پر نظر رکھنے اور سیاسی تصورات کی سمجھ کے نتیجے میں سیاسی سمجھ کا حاصل ہو جانا ایک لازمی امر ہے اور یہ کہ سیاسی کام کیلئے سیاسی سمجھ ایک ناگزیر امر ہے، اور یہ سیاسی واقعات پر اثرانداز ہونے کیلئے بھی ناگزیر ہے۔

اور جبکہ بڑی ریاستوں کے ہاں سیاسی آگاہی ایک بنیادی چیز بن چکی ہے اور عالمی سیاست کی معرفت سیاستدانوں کا روز کا معمول بن چکا ہے، تو سیاسی تصورات میں سے سیاسی آگاہی کے زیور سے آراستہ ہونا امت مسلمہ کے بیٹوں کا جو کہ اسلامی ریاست کے بیٹے ہیں، پہلا فرض بنتا ہے، اور یہ کہ سیاسی آگاہی ان کی سیاسی کاروائیوں کی بنیاد ہو۔ نیز یہ کہ یہ سیاسی آگاہی

تو زاویہ مخصوصہ سے سیاسی کاروائیوں اور واقعات پر نقطہ نظر کا اطلاق آسان امر ہے، اس کے لیے عملی سیاست میں کردار ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ اس کے فہم کیلئے گہرائی سے سیاسی واقعات کو مد نظر رکھنا ہی کافی ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاست پر نظر رکھنے اور سیاسی تصورات کی سمجھ کے نتیجے میں سیاسی سمجھ کا حاصل ہو جانا ایک لازمی امر ہے اور یہ کہ سیاسی کام کیلئے سیاسی سمجھ ایک ناگزیر امر ہے، اور یہ سیاسی واقعات پر اثرانداز ہونے کیلئے بھی ناگزیر ہے۔ سیاسی تصورات میں سے سیاسی آگاہی کے زیور سے آراستہ ہونا امت مسلمہ کے بیٹوں کا جو کہ اسلامی ریاست کے بیٹے ہیں، پہلا فرض بنتا ہے

لوگوں میں عام ہو جائے، معاشرے میں یہ ایک بنیادی چیز بن جائے اور سیاستدانوں کا روز کا معمول بن جائے، کیونکہ ان کی اصل ذمہ داری پوری دنیا تک اسلام کی دعوت لے کر جانا اور لوگوں میں ہدایت پھیلانا ہے۔ یہ کام اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب وہ سیاستدان ہوں، دنیا کو مخصوص زاویے سے دیکھنے والے ہوں، نیز ان کو مکمل سیاسی آگاہی حاصل ہو۔

یہ سیاسی آگاہی کوئی بڑا مشکل امر نہیں، اسے ایک بھاری چیز تصور نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے صرف ذہین اور تعلیم یافتہ لوگ ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔ اس خیال سے بچنے کیلئے اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ سیاسی آگاہی انتہائی سادہ چیز ہے اور یہ ہر کسی کی دسترس میں ہے، حتی کہ اَن پڑھ اور عوام کی پہنچ میں بھی ہے۔ کیونکہ سیاسی آگاہی کا مطلب یہ نہیں کہ تمام اسلامی علوم کا احاطہ کیا جائے یا دنیا کو دیکھنے کے لئے جس مخصوص زاویہ کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے، اس پر مکمل عبور حاصل ہو۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پوری دنیا کو دیکھا جائے، نظر پوری دنیا پر ہو، خواہ اس کے بارے معلومات کم ہوں یا زیادہ، اور یہ کہ دنیا کو دیکھنے کیلئے ایک مخصوص زاویہ موجود ہو۔ تو اس میں اہمیت عالمی سطح کی نگاہ کو حاصل ہے، اگرچہ یہ ایک سیاسی عمل کے متعلق ہی ہو، نیز یہ کہ یہ نگاہ ایک مخصوص زاویے سے ہو۔ پس صرف عالمی نگاہ اور اس کا مخصوص زاویے سے ہونا سیاسی آگاہی کے حصول کیلئے کافی ہے۔

یہ درست ہے کہ یہ سیاسی آگاہی دنیا اور دنیا کے سیاسی واقعات کے بارے میں معلومات کے فرق کے اعتبار سے قوت اور ضعف میں مختلف ہو سکتی ہے۔ اسی طرح مخصوص زاویہ کے بارے میں معلومات کے فرق کی وجہ سے بھی اختلاف ہو سکتا ہے، مگر اس سب کو سیاسی آگاہی کہا جائے گا اور اختلاف کے باوجود اس کا نتیجہ کم از کم ایک ہوتا ہے، یعنی سیاست میں سطحی، گھٹیا اور معمولی قسم کے امور کو دیکھنے سے گریز۔ اس بنا پر سیاسی آگاہی سیاستدانوں اور مفکرین کے ساتھ مخصوص نہیں اور اسے ان کے ساتھ خاص کرنا درست بھی نہیں۔ یہ ایک عام چیز ہے اور اس کا عموم برقرار رکھنا ضروری ہے اور جیسا کہ علما اور طالبعلموں کے اندر اس کو پیدا کیا جا سکتا ہے، ان پڑھ اور عوام میں بھی اس کو پیدا کیا جا سکتا ہے بلکہ پوری امت کے اندر سیاسی آگاہی پیدا کرنا ضروری ہے اگرچہ یہ اجمالی طور پر کیوں نہ ہو، کیونکہ امت ہی وہ زمین ہے جس میں سپوت جنم لیتے ہیں، لہٰذا یہ مٹی سیاسی آگاہی کی مٹی ہونی چاہئے تاکہ سپوتوں کو پیدا کر سکے، تاکہ امت حکمرانوں کا محاسبہ کر سکے، لوگوں کا اندازہ کرے اور صحیح آگاہی کے ساتھ بیرونی خطروں کا سامنا کر سکے۔

جہاں تک افراد اور امت کے اندر سیاسی آگاہی پیدا کرنے کا تعلق ہے، تو یہ سیاسی معنوں میں سیاسی تربیت (تثقیف) سے پیدا ہوتی ہے، خواہ یہ تربیت اسلامی افکار واحکام کے ذریعے ہو یا سیاسی واقعات پر مسلسل نگاہ رکھنے کے ذریعے۔ پس ایک مسلمان سیاستدان کی تربیت اسلامی افکار واحکام کے ذریعے کی جانی چاہئے، ایک خالی خولی فلسفہ کے طور پر نہیں، بلکہ ان کو واقعات وحوادث کے ساتھ مربوط کیا جائے۔

جہاں تک افراد اور امت کے اندر سیاسی آگاہی پیدا کرنے کا تعلق ہے، تو یہ سیاسی معنوں میں سیاسی تربیت (تثقیف) سے پیدا ہوتی ہے، خواہ یہ تربیت اسلامی افکار واحکام کے ذریعے ہو یا سیاسی واقعات پر مسلسل نگاہ رکھنے کے ذریعے۔ پس ایک مسلمان سیاستدان کی تربیت اسلامی افکار واحکام کے ذریعے کی جانی چاہئے، ایک خالی خولی فلسفہ کے طور پر نہیں، بلکہ ان کو واقعات وحوادث کے ساتھ مربوط کیا جائے۔ اسی طرح جب وہ سیاسی واقعات پر نظر رکھتا ہے تو صرف ایک صحافی کی طرح نہیں رکھتا جو محض خبروں کی جستجو میں لگا رہتا ہے، نہ ہی ایک استاد کی طرح معلومات یکجا کرنا اس کا مقصد ہوتا ہے، بلکہ وہ ان کو مخصوص زاویہ سے دیکھتا ہے تاکہ ان پر اپنا فیصلہ صادر کرے، یا ان کو دوسرے واقعات اور افکار کے ساتھ جوڑے یا ان کو سیاسی کاروائیوں کی حقیقت کے ساتھ جوڑے۔ آئیڈیالوجی اور سیاست کے ذریعے یہ سیاسی تربیت (تثقیف) ہی امت اور افراد کے اندر سیاسی آگاہی پیدا کرنے کا طریقہ ہے، یہی امر امت کو اپنی سیاسی ذمہ داری ادا کرنے اور اپنی اصل ذمہ داری کو اٹھانے کا کام کروائے گا۔ یہ ذمہ داری دنیا تک دعوت لے کر جانے اور لوگوں کے اندر ہدایت پھیلانے کی ذمہ داری ہے، اس لئے امت اور افراد کی سیاسی تربیت ہی ان کے اندر سیاسی آگاہی پیدا کرنے کا طریقہ ہے۔ اس بنا پر ضروری ہے کہ امت کی سیاسی تربیت کی جائے جو وسیع پیمانے پر ہو۔ اسی سے امت کے اندر سیاسی آگاہی پیدا ہو گی اور یہی امر امت کو اس قابل بنائے گا کہ وہ تخلیقی سیاستدانوں کی صفوں کی صفیں پیدا کرے۔

ختم شد

وراثت سے متعلق چند تصورات جن کی اصلاح ضروری ہے

تحریر ابونزار الشامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن مجید کی کچھ آیات سے سیکولر اور دین کے دشمنوں کو بے چینی لاحق ہے، ان کی یہ مذموم خواہش ہے کہ کسی طرح ان شاندار آیات کو باطل اور لغو ثابت کردیں۔ ان آیاتِ کریمہ کو سامنے رکھ کر شرانگیز لوگوں نے اپنی بہتان تراشیوں اور جھوٹے الزامات کے تیر اسلام پر برسانے شروع کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک نمایاں آیت یہ ہے : (فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ)۔" پس مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔"۔ پروپیگنڈا کرنے والوں نے اسلام پر مردوں کا جانب دار ہونے اور عورت کے ساتھ ناانصافی روا رکھنے کا الزام عائد کیا، کیونکہ اسلام وراثت میں عورت کو مرد کے حصے کا آدھا دینے کا حکم دیتا ہے، بار بار دُہرائے جانے والے اس جھوٹ کی وجہ سے بعض مسلمان گومگو کا شکار ہو گئے اور وہ اس بات سے قاصر سے تھے اس کا کیا جواب دیا جائے۔ اگر یہ جھوٹے لوگ اسلام کے ظہور سے پہلے عورت کے حالات کو بنظر انصاف دیکھتے، بلکہ آج اس مغربی تہذیب کے سائے تلے عورت کی زندگی جس نہج پر پہنچی ہوئی ہے اس پر نظر ڈالتے، پھر اس کا عادلانہ تقابل اس مقام و مرتبہ اور عزت و احترام کے ساتھ کرتے جو اسلام نے عورت کو دیا ہے، تو اسلام کی طرف ایسی جھوٹی تہمتوں کی نسبت کرنے سے پہلے ہی ان کی زبانیں شل ہو جاتیں۔

دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ تیونس جیسی کچھ عرب حکومتوں کی دلیری اور جرات اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ انہوں نے کچھ عرصہ پہلے ایک قانون پاس کیا، جس کے مطابق مرد و عورت کو وراثت میں برابر کا حصہ دار قرار دیا گیا ہے، جو اللہ کی صریح آیات کو چیلنج کرنا ہے۔ یہ اقدام 23/11/2018 کو اٹھایا گیا۔ یہ سادہ لوح کیوں نہیں سمجھتے کہ یہ کام کرکے انہوں نے عورت کو کئی حقوق سے محروم کردیا، جو اس کو اسلامی وراثت کے نظام کے تحت حاصل ہوتے ہیں!! آج تیونس میں اس قانون کی بدولت عورت کو میراث میں اس حصے سے کم مل رہا ہے جو اللہ کی طرف سے اس کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ ایسا کیوں کر ہے؟ اور کیا عورت ہر حالت میں مرد کے حصے کے نصف کے برابر وراثت میں حصہ پاتی ہے؟

اسلامی نظامِ وراثت کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ چند مضبوط معیاروں یا پیمانوں پر استوار نظام ہے، جن میں عدل اور بہبود عامہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ معیارات مرد و عورت کے درمیان مطلقاً فرق و امتیاز سے خالی ہیں، کیونکہ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ (یوصیکم اللہ في ورثتکم للذکر مثل حظ الأنثیین)، جس کے معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ورثا کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مرد کے لیے عورت سے دوگنا۔ بلکہ کہا کہ (اولادِکم)"تمہاری اولاد کے بارے میں(حکم دیتا ہے)"۔ اس لیے یہ تقسیم وراثت کی مستقل حالت نہیں، کہ عورت کا حصہ مرد کے حصے کا ہمیشہ نصف ہی ہو۔ بلکہ وراثت کی تقسیم میں شریعت نے دیگر ایسے چند پیمانوں کو ملحوظ رکھا ہے جو متعین ہیں۔

پہلا: وارث (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) اور میت کے درمیان رشتہ داری اور قرابت کا درجہ۔ چنانچہ جوں جوں رشتہ قریب ہوتا جاتا ہے، توں توں میراث میں سے حاصل ہونے والا حصہ بھی بڑھتا جاتا ہے، مثلاً: میت کی بیٹی میت کے شوہر سے زیادہ حصہ لیتی ہے، کیونکہ رشتے میں بیٹی کی قرابت اپنی مری ہوئی ماں کے ساتھ ،میت کی اپنے شوہر کے ساتھ قرابت سے زیادہ ہے، اس کے باوجود کہ بیٹی عورت اور شوہر مرد ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد ہونا یا عورت ہونا وہ اصل کَسوَٹی نہیں، جس پر شریعت حصوں کے حوالے سے اعتماد کرتی ہو۔

دوسرا: ایک کے بعد ایک آنے والی نسل کا مقام و نمبر، چنانچہ یہ ملحوظ رکھا گیا ہے کہ وراثت پانے والی

نسل کا مقام کیا ہے۔ تو آئندہ کی نسلوں کا وراثت میں حصہ عام طور پر پچھلی نسل سے بڑا ہوتا ہے، اس میں اس بات کو قطع نظر کیا جاتا ہے کہ ورثاء مرد ہیں یا عورتیں۔ پس بیٹی اپنی والدہ سے زیادہ حصہ پالیتی ہے، حالانکہ دونوں مؤنث ہیں۔ بلکہ کبھی اپنے والد سے بھی زیادہ حصہ لیتی ہے۔ اور بیٹا اپنے والد سے زیادہ لے لیتا ہے۔ حالانکہ دونوں مذکر ہیں۔

تیسرا: مالی ذمہ داری؛ جس میں شریعت وارث پر لازم قرار دیتی ہے کہ وہ دوسروں کے لیے کوئی ذمہ داری انجام دے۔ یہی وہ معیار ہے جس کی بنیاد پر مرد وعورت کے درمیان کچھ فرق جنم لیتا ہے، جس کو اس آیت نے بیان کیا ہے: (يُوصِيكُمُ ٱللَّهُ فِيٓ أَوۡلَٰدِكُمۡۖ لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۚ) کیونکہ یہاں جو مذکر وارث ہے (جو قرابت کے درجے اور نسل کے لحاظ سے مونث کے ساتھ یکساں صورتِ حال میں ہے) مؤنث کی دیکھ بھال کا بھی مکلف ہے، جبکہ مؤنث (وراثت پانے والی عورت) پر کوئی مالی ذمہ داری نہیں ڈالی گئی۔ جب ہم وراثت کی تمام مختلف صورتوں کا موازنہ کریں تو مذکورہ فرق والی صورتیں محدود ہیں۔ اسی اسلامی منطق کی بنا پر اسلام نے وراثت میں عورت کو مرد سے مختلف کر دیا ہے۔ مذکر وارث کو زیادہ دے کر عورت پر ظلم نہیں کیا گیا، بلکہ عورت کو مالیاتی تحفظ فراہم کیا گیا ہے، تاکہ وہ بُرے حالات سے محفوظ رہ سکے نیز کمزور سمجھ کر ظلم کیے جانے سے اپنے آپ کو بچا سکے۔

آیئے ان حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جن میں عورت شرعِ حنیف کے مطابق وراثت میں حصہ وصول کرتی ہے، اور یہ دیکھیں کہ جیسے یہ جھوٹے لوگ بہتان لگاتے ہیں، کیا واقعی اس کا حصہ کم رکھا گیا ہے۔

ہمیں نظر آتا ہے کہ وراثت کے باب میں اسلامی فقہ نے چونتیس صورتیں متعین کی ہیں، جن میں عورت مختلف نسبتوں سے وراثت لیتی ہے، پس تقریباً گیارہ حالات یا صورتیں ایسے ہیں جن میں عورت بالکل مرد کے برابر ہوتی ہے، باقی میں سے چودہ صورتیں وہ ہیں جن میں عورت مرد سے زیادہ حصہ وصول کرتی ہے۔ پانچ حالتوں میں عورت کی وجہ سے مرد وراثت سے ہی محروم کر دیا جاتا ہے اور وراثت پوری کی پوری عورت لے لیتی ہے۔ صرف چار حالتوں میں ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر دیا جاتا ہے۔

<u>وراثت میں مرد وعورت کی مساوات کی چند مثالیں:</u>

ماں باپ میں سے ہر ایک کو وراثت میں چھٹا حصہ دیا گیا ہے، اللہ سبحانہ و تعالی فرماتا ہے: (وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٞۚ) "اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، بشر طیکہ اس کی کوئی اولاد ہو۔"

ماں شریک بہن بھائیوں کی میراث: مردوں اور عورتوں کے درمیان برابر تقسیم کی جاتی ہے، اس صورت میں مرد وارث میں سے اتنا ہی لیتا ہے جتنا عورت لیتی ہے۔ بشرطیکہ میت کی کوئی فرعی یعنی اپنی اولاد موجود نہ ہو۔ اس کے لیے فرمایا ہے:(وَإِن كَانَ رَجُلٞ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمۡرَأَةٞ وَلَهُۥٓ أَخٌ أَوۡ أُخۡتٞ فَلِكُلِّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُۚ فَإِن كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِي ٱلثُّلُثِۚ)" اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ اس کے والدین زندہ ہوں نہ اولاد، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے۔"

وراثت میں مساوات کا مطالبہ کرنے والے ان معترضین کے مونہوں پر چُپ کی مہر کیوں لگ جاتی ہے؟ یہاں ان کی بولتی بند ہو جاتی ہے؟ یا پھر ان کو فَلِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ ٱلۡأُنثَيَيۡنِۗ کے سوا کوئی اور آیت یاد ہی نہیں؟ میرا تو تقریباً یقین ہے کہ ایسے اشخاص کی اکثریت کو اسلامی نظام وراثت سے متعلق یکسر علم نہیں ہوتا، اور ان تیس حالات کا انہیں کچھ بھی پتہ نہیں، جن میں عورت مرد کے برابر یا اس سے زیادہ وراثت پاتی ہے، بلکہ ان میں سے بعض ایسے

حالات بھی ہیں جہاں صرف عورت ہی کو وراثت ملتی ہے ، مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ دراصل ان کا اصل ہدف فقط اسلام پر طعن ہے اس کے سوا کچھ نہیں!!

عورت کو جن حالات میں زیادہ حصہ ملتا ہے، ان کی ایک مثال: وراثت کے بعض حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ عورت مرد سے کئی گنا بڑھ کر لیتی ہے، قرآن کی واضح آیت اس پر دلالت کررہی ہے(فَإِن كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ ٱثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۖ وَإِن كَانَتۡ وَٰحِدَةً فَلَهَا ٱلنِّصۡفُۚ وَلِأَبَوَيۡهِ لِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُۥ وَلَدٌ)۔ "اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ، تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے(ترکے کا)آدھا حصہ ملے گا۔اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو۔"

ایک اور مثال: ایک آدمی ایک بیٹی اور باپ چھوڑ کر مرا۔ اس صورت میں باپ کا چھٹا حصہ ہے، جو ایک بیٹی یا کئی بیٹیوں کے حصے سے بہت تھوڑا ہے، تو یہاں تو کسی نے مساوات کی بات نہیں کی، کسی نے یہ نہیں کہا کہ یہاں باپ کی عزت واحترام کو بٹالگ گیاہے۔

ایک اور مثال: ایک آدمی کی وفات ہوئی، اور ایک بیٹی اور اپنے دو سگے بھائی چھوڑے، اس صورت میں بیٹی کو پورے ترکے کا آدھا حصہ ملے گا، (بھلے وہ کروڑوں اربوں میں ہوں) ایک تو وہ اکیلی ہے دوسرا اس کے ساتھ کوئی اور عصبہ رشتے دار بھی موجود نہیں، جو ان کے ساتھ برابر کا شریک ہو(عصبہ وہ رشتہ دار کہلاتا ہے، جو متعین حصوں کے مطابق مال تقسیم ہونے کے بعد بچا ہوا مال لیتا ہے) اور میت کے دو سگے بھائیوں کو تعصیب کے طور پر آپس باقی مال برابر برابر ملے گا، مطلب ہر سگے بھائی کو چوتھائی چوتھائی ملے گا، یہاں بھی مرد کا حصہ عورت کے حصے سے بہت کم ہے۔

اسی طرح جب ایک شخص دو بیٹیوں اور اپنے دو سگے چچاؤں کو چھوڑ کر مرے، تو اس صورت میں پوری جائیداد کے تین حصے کیے جائیں گے، بیٹیاں پوری جائیداد اور ترکے کے دو تہائی کی حقدار ٹھہرتی ہیں، یہ حصہ ان کو فرض کے طور پر ملتا ہے۔(فرض کا مطلب جس کو قرآن نے متعین کیا ہو) اس صورت میں دو بیٹیوں کو آدھے سے زیادہ مل رہا ہے (دو تہائی آدھے سے زیادہ ہوتا ہے)، کیونکہ اس صورت میں وہ دو ہیں، اور کوئی اَور عصبہ رشتے دار بھی ان کے ساتھ نہیں، جو ان کے ساتھ برابر کا شریک ہو، پس دو تہائی کو ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا اور ہر ایک بیٹی ایک تہائی حصہ پائے گی۔ جبکہ دو سگے چچا بقیہ جائیداد کو (جو ایک تہائی ہے) بطور عصبہ کے لیں گے، پس اس میں سے ہر ایک چچا کو چھٹا حصہ دیا جائے گا۔(کیونکہ جب تہائی حصے کو آدھا کیا جائے تو وہ چھٹا بن جاتا ہے) آپ نے دیکھا کہ اس صورت میں بھی عورت کا حصہ مرد سے بڑھ کر ہے۔

ایک اور صورت: جب ایک عورت کی وفات ہو جائے، اس کے ورثا اس کا شوہر اور بیٹی ہوں، تو اس صورت میں بیٹی کے لیے آدھا حصہ متعین ہے، شوہر کے لیے چوتھائی حصہ متعین ہے، اندازہ کریں کہ یہاں ایک عورت یعنی میت کی بیٹی اپنے والد سے دو گنُا زیادہ لیتی ہے، (کیونکہ والد کو چوتھائی ملا ہے۔ آدھا چوتھائی کا دگنا ہوتا ہے)۔

کچھ صورتیں ایسی ہیں جن میں عورت کو تو حصہ مل جاتا ہے، جبکہ مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

مثلاً ایک شخص ایک بیٹے ایک بیٹی اور دو سگے بھائیوں کو چھوڑ کر مرے، پس بیٹا اور بیٹی سارا ترکہ لیں گے، اور بھائی کو بہن کے مقابلے میں دگنا ملے گا، جبکہ دو سگے بھائیوں کو کچھ بھی نہیں دیا جاتا ہے، سگے بھائی میت کی اپنی اولاد کی وجہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تو دیکھیے اس صورت میں بیٹی تو میراث میں اپنا حصہ پاتی ہے، مگر میت کا سگا بھائی محروم رہ جاتا ہے۔

ایک اور مثال : ایک آدمی ایک نانی اور نانا کو چھوڑ مرا، (یعنی ان کے علاوہ کوئی اور وارث موجود نہیں) اس صورت میں نانی سارا ترکہ بطور وراثت حاصل کرے گی، علم المیراث میں نانی جدہ صحیح کے نام سے

مشہور ہے، لیکن پورا ترکہ لینے کے معنی یہ ہیں کہ پہلے اس کو چھٹا حصہ بطور فرض ملتا ہے، اور باقی ترکہ بھی اسی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جس کو ردّ کہتے ہیں۔ جد یعنی نانا کو کچھ نہیں ملتا، جو کہ نانی کا میاں ہے، حالانکہ میت کی نسبت سے نانا کا درجہ نانی کے برابر ہے۔ سارا ترکہ نانی لے گی کیونکہ نانی ذوی الفروض میں سے ہے، یعنی جن کو متعین حصہ دیا گیا ہے، جبکہ نانا ذوی الارحام میں سے ہے، اسلام کے قانون وراثت کے مطابق ذوی الفروض کی موجودگی میں ذوی الارحام کو کچھ نہیں ملتا، جد اور جدہ کے حوالے سے قانون وراثت میں جد صحیح کا ذکر بھی آتا ہے، جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت اور رشتے میں ماں داخل نہ ہو، اگر ماں درمیان میں آتی ہو جیسے ماں کا والد یعنی نانا یا ماں کی ماں کا والد یعنی پڑ دادا، تو وہ جد فاسد کہلاتا ہے،(یعنی یہ وارث نہیں)

عورت کے ساتھ اسلام کے عدل وانصاف کی یہ صرف چند مثالیں ہیں، اہل علم وانصاف اس کو مانتے ہیں۔

چنانچہ وراثت کی صورتوں کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ:

1- عورت مجموعی 34 صورتوں میں سے 4 صورتوں میں مرد کے آدھے کے برابر لیتی ہے۔ گویا وراثت کی صورتوں میں سے 11.76٪ صورتوں میں ۔ جبکہ مرد پر عورت کا خرچ بھی لازم کیا گیا ہے، اور عورت پر مرد کا خرچہ بالکل ہی لازم نہیں۔

2- عورت مرد کے مساوی حصہ میراث میں سے لیتی ہے، اور یہ 34 صورتوں میں سے 11 صورتوں میں ہوتا ہے، اس کی شرح ان صورتوں میں سے ٪ 32.35 بنتا ہے۔

3- عورت مرد سے زیادہ لیتی ہے، 34 صورتوں میں سے اس کی 14 صورتیں ہیں، یعنی میراث کی مجموعی 34 صورتوں میں سے 41.18صورتوں میں۔

4- عورت وراثت میں سے حصہ لیتی ہے اور مرد کا کوئی حق نہیں ہوتا، یہ میراث کی مجموعی 34 صورتوں میں سے 5 صورتوں میں ہوتا ہے۔ جو کہ ٪14.71 ہے۔

سبحان اللہ یہ دین کتنا عظیم دین ہے، لیکن جنہوں نے اپنی ذات، اپنی عقل وآخرت کو مغرب کو بیچ دیا ہے، وہ اس دین سے کتنے اندھیرے میں ہیں، ایسے لوگ اپنی دنیا وآخرت کا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

تیونس کے حکام کو کچھ پتہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی عورتوں اور بیٹیوں کا کتنا نقصان کیا؟ کیا وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے تو قبل از اسلام کے جاہلی حکمرانوں کی مانند عورت کے مال اور حق کو بالکل غصب کیا، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:(ٱلشَّيۡطَٰنُ يَعِدُكُمُ ٱلۡفَقۡرَ وَيَأۡمُرُكُم بِٱلۡفَحۡشَآءِۖ وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغۡفِرَةٗ مِّنۡهُ وَفَضۡلٗاۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ)" شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے، اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ بڑی وسعت والا اور ھر بات جاننے والا ہے۔

اسلام سے پہلے عورت کا وراثت میں کوئی حق تھا، نہ ہی اس کو کوئی معاشی تحفظ حاصل تھا، نہ ہی اس کو زندگی کا کوئی حق دیا جاتا تھا اور زندہ دفن کی جاتی تھی، اسلام نے آکر اس کو عزت دی، اس کا قتل حرام قرار دیا، مرد پر اس کی دیکھ بھال اور اس پر خرچ کرنا لازم قرار دیا، اس کو ایسے حقوق دلوائے کہ جس کی وجہ سے ایک مسلمان عورت دنیا بھر کی عورتوں کے سامنے بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔

ہمارے اور ہمارے دین کے ساتھ یہ احمق حکمران اور ایجنٹ جو سلوک روا رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے چھٹکارا دے، یا اللہ ہم تجھ سے وہی دعا مانگتے ہیں جو تیرے حبیب نے مانگی تھی کہ ہمیں ہمارے دین میں مصیبتوں سے محفوظ فرما، اور خلافت کے سایے میں اپنی وہ درخشاں شریعت دکھا دے جس سے ہماری زندگیوں کی اندھیرے چھٹ جائیں اور ہر سو اس کی کرنیں چمک جائیں، وہ خلافت جو ہر ظالم کو اس کے ظلم سے روکے گی، ہر حق دار کو اس کا حق دے گی۔ تو دعائیں سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

ختم شد

سرمایہ دارانہ نظام میں مالی بحران کی وجوہات اور اس کا اسلامی حل

تحریر: محمد ساجد، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

کسی بھی ملک کا معاشی نظام اس ملک کے بقیہ نظاموں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اور ایک نظریاتی ریاست کے لیے دنیا پر اپنا اثرورسوخ قائم رکھنے کے لیے اقتصادی نظام کو مضبوط رکھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔اس وقت اگر پوری دنیا پر نظر دوڑائی جائے تو ایک دو ریاستوں کے علاوہ اس وقت پوری دنیا پر صرف سرمایہ دارانہ نظام نافذ ہے۔لیکن سرمایہ دارانہ نظام آغاز سے لے کر اب تک کئی دفعہ اتار چڑھاؤ کا شکار رہاہے۔اس میں کئی ایک مالی بحران آ چکے ہیں جس کے نتیجے میں ان ممالک کی حالت ابتری کا شکار ہوتی رہی ہے کہ جن میں یہ نظام نافذ تھا۔

اقتصادی بحران کا سامنا کرنے والے ملک کی معیشتی پیداوار گر جاتی ہے ،ملازمت کے مواقع کم ہو جاتے ہیں، سرمایہ کاری اور کاروباری سر گرمی میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔مالی بحران کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ نظام میں سب سے نمایاں جھٹکا فنانشل مارکیٹ یعنی اسٹاک ایکسچینج اور بینکوں کو لگتا ہے،اسٹاک مارکیٹ میں کمپنیوں کے شیئرز کی قیمتیں گر جاتی ہیں جس کی وجہ سے لوگ گھر میں بیٹھے بیٹھے غریب ہو جاتے ہیں اور بینکوں کے ڈیفالٹ کرنے کی وجہ سے جن لوگوں نے بینکوں میں پیسہ جمع کروایا ہوتا ہے ان کے پیسے ڈوبنے کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔جب سے اس دنیا کو سرمایہ دارانہ نظام کے تحت چلایا جا رہا ہے تب سے لے کر آج تک سرمایہ دار ممالک کی معیشت "بوم اینڈ بسٹ سائیکل" Boom and bust cycle سے گزرتی رہتی ہے اور ایک خاص وقت کے بعد یہ مالی بحران کا شکار ہو جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کا "بوم اینڈ بسٹ سائیکل" کا شکار ہونے کی وجوہات :

سرمایہ دارانہ نظام کے "بوم اینڈ بسٹ" کا شکار ہونے کو مختصراً چار بنیادی وجوہات میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- دوسری جنگِ عظیم ختم ہونے کے بعد "بریٹن ووڈز سسٹم" (Bretton Woods System) کے ذریعے سونے کو بطور کرنسی ختم کرنے کا آغاز کر دیا گیا اور سونے کے ساتھ ساتھ ڈالر کو بھی ریزرو (Reserve) کرنسی کے طور پر استعمال کیا جانے لگا اور بعد ازاں ستر کی دہائی کے اوائل میں سونے کی جگہ ڈالر کو کرنسی کے نظام کے طور پر مکمل نافذ کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امریکہ میں پیدا ہونے والا کوئی بھی بحران عالمی بحران یعنی "گلوبل اکنامک کرائسس" کی صورت اختیار کرنا شروع ہو گیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ستر کی دہائی تک مکمل طور پر نہ سہی بحر حال جزوی طور پر تمام ممالک کی کرنسی ڈالر سے منسلک ہو چکی تھی اور حقیقت میں ڈالر کی حیثیت ایک کاغذ کے ٹکڑے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

۲- فنانشل مارکیٹ اور اسٹاک مارکیٹ میں کسی کمپنی کے " شئیرز "اور " فنانشل انسٹرومنٹ "کی خرید وفروخت کے لیے قبضہ منتقل ہونا ضروری نہیں بلکہ یہ ایک سے دوسرے آدمی حتیٰ کہ کئی بار خرید و فروخت ہو چکی ہوتی ہیں جب کہ اشیاء کا قبضہ پہلے مالک کے پاس ہی ہوتا ہے ۔اس طرح کے لین دین کے معاملات کی وجہ سے مارکیٹ غیر یقینی صورت حال کا سامنا کرتی ہے اور نتیجتاً لوگوں کو بہت نقصان ہوتا ہے اور ایسی صورتحال حتمی طور پر ایک مالی بحران کا باعث بنتی ہیں۔

۳-سود کی بنیاد پر جاری کیے جانے والے قرضے بہت زیادہ مالی مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔اکثر اوقات افراد اور ریاستیں قرضہ واپس لوٹانے کی صلاحیت کھو بیٹھتے ہیں جس کی وجہ سے قرضوں کا ایک بحران جنم لیتا ہے،مالی سرگرمی سست روی کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس طرح اس کے ساتھ ساتھ فیکٹریوں کی پروڈکشن میں بھی کمی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

۴- سرمایا دارنہ نظام میں مالی بحران کی ایک اور اہم وجہ ملکیت کے اصول ہیں، جس طرح کمیونزم میں ساری ملکیت ریاستی کنٹرول میں تھی اور یہ ان کے شہریوں کے لئے مسائل کی جڑ بنا،اسی طرح سرمایا دارانہ نظام میں ساری ملکیت انفرادی لوگوں کے پاس ہے جسکی

وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام میں "بوم اور بسٹ سائیکل" چلتا رہتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں فنانشل سیکٹر (Financial Sector):

سرمایہ دارانہ نظام میں معیشت بنیادی طور پر دو" سیکٹرز" پر مشتمل ہوتی ہے ایک "رئیل سیکٹر" جس کو ہم سب محسوس کر سکتے ہیں یعنی کہ فیکٹریوں کا لگنا، لوگوں کا ملازمت کرنا، عوام کا مارکیٹ میں جا کر خریدوفروخت کرنا وغیرہ ۔ بنیادی طور پر یہ سیکٹر "رئیل پروڈکشن" کے ساتھ منسلک ہے جبکہ دوسرا سیکٹر "فنانشل سیکٹر" کہلاتا ہے جس میں "فنانشل گڈز" کی خریدوفروخت ہوتی ہے اور یہ سیکٹر "رئیل سیکٹر" میں رسک کو کم کرنے کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے ہم فنانشل سیکٹر کو سمجھنے کی کوشش کر تے ہیں۔ اس کے بعد ہم اس چیز کو سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح اس سیکٹر کی موجودگی "رئیل سیکٹر" کے پیٹھ میں ایک خنجر گھونپنے کے برابر ہے اور اس کے بعد ہم اس چیز کا مطالعہ کریں گے کہ یہ سیکٹر کس طرح پچھلی ایک صدی میں آنے والے بحرانوں کی وجہ بنا۔

فنانشل سیکٹر بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے:

۱-کمرشل بینک

۲-فنانشل مارکیٹ

فنانشل مارکیٹ بنیادی طور پر تین قسم کی ہوتی ہیں:

۱-منی مارکیٹ(Money market):

یہ وہ مارکیٹ ہے جس میں حکومت اور بڑی کمپنیاں کم عرصے میں یعنی تین ماہ سے ایک سال تک قرضہ لیتی ہیں یہ قرضہ کمرشل ٹی بلز اور سرٹیفیکیٹ آف ڈپازٹ کے ذریعے لیا جاتا ہے۔

۲-کیپٹل مارکیٹ(Capital market):

یہ وہ مارکیٹ ہے جس میں کمپنیوں کے شیئرز کی خریدوفروخت ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کمپنیوں کے بانڈز کی بھی خریدوفروخت ہوتی ہے، اس کی مثال پاکستان اسٹاک ایکسچینج یا پھر لاہور اور کراچی اسٹاک ایکسچینج ہے۔

۳-کموڈِٹی مارکیٹ(Commodity market):

یہ وہ مارکیٹ ہے جس میں چیزوں کا قبضہ منتقل کیے بغیر ان کی خریدوفروخت ہوتی ہے، اس میں مختلف قسم کی اشیاء کی خریدوفروخت کی جا سکتی ہے ۔ اس کی مثال مستقبل کے معاہدے (Futures contracts) ہیں، جن کے ذریعے مستقبل میں ایک متعین وقت اور خاص قیمت پر لین دین ہو سکتا ہے۔

"فنانشل سیکٹر" کے "رئیل سیکٹر" پر اثرات:

"فنانشل مارکیٹ" کی وجہ سے "رئیل مارکیٹ" ذیل میں بیان کیے گئے مختلف طریقوں سے متاثر ہوتی ہے۔

۱-گروتھ میں کمی:

فنانشل مارکیٹ کی وجہ سے کسی بھی ملک کی رئیل مارکیٹ کس طرح متاثر ہوتی ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کے ٹوٹل فنانشل ایسٹس ۹۰۰ ٹریلین ڈالر کے ہیں جو کہ دنیا کے "جی ڈی پی" سے دس گناہ زیادہ ہیں یہ ۹۰۰ ٹریلین ڈالر صرف فنانشل انسٹرومنٹ یعنی کاغذی ٹکروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں حقیقی ترقی نہیں ہوتی اور دولت صرف چند ہاتھوں میں مرکوز ہو جاتی ہے۔

۲- رسک:

ایسٹ مارکیٹ (asset market) سٹہ بازی کا ایک گڑھ ہے جس میں لوگ سٹہ بازی کے ذریعے اپنے منافع کو کئی گنا بڑھاتے ہیں- جیسا کہ "لے مین برادرز" جس کا فنانشل مارکیٹ میں ایک نام تھا، ۲۰۰۸ء کے مالی بحران میں اسی مارکیٹ کی وجہ سے اس نے دیوالیہ ہونے کا اعلان کیا اور یہ چین ریکشن دوسرے اداروں کے دیوالیہ ہونے کا ذریعہ بنا۔ جس کے ذریعے رئیل سیکٹر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا جیسا کہ گھروں کی قیمتیں گر جانا اور پینشن فنڈز کا ختم ہو جانا وغیرہ۔

۳- سوشل بر ڈن:

فنانشل مارکیٹ کو بنیادی طور پر "رئیل سیکٹر" کو محفوظ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا جب کہ اب اس کا کردار اس سے الٹ ہو چکا ہے کیونکہ جس طرح پیسوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اس سیکٹر میں ہے جو کہ "رئیل

سیکٹر" کے لیے ایک خنجر سے کم نہیں ہے جیسا کہ ۲۰۰۸ء کے مالی بحران میں اربوں ڈالران اداروں کو بچانے کے لیے استعمال کیے گئے جس کی قیمت ٹیکس دہندگان کو چکانی پڑی جبکہ مفاد چند لوگوں کا محفوظ ہوا۔

۴- قیمتوں میں غیر یقینی:

مارکیٹ میں سٹہ بازی کی وجہ سے چیزوں کی قیمتیں ہمیشہ غیر یقینی صورتحال سے دوچار رہتی ہیں۔ چیزوں کی قیمت میں یہ تبدیلی ڈیمانڈ اور سپلائی کی وجہ سے وقوع پذیر نہیں ہوتی بلکہ چند ذخیرہ اندوزوں کے منافع کمانے کے حرص کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۵- اعتماد کا فقدان:

فنانشل مارکیٹ کی وجہ سے رئیل سیکٹر ہمیشہ غیر یقینی صورتحال کا شکار رہتا ہے اور لوگوں کا رئیل سیکٹر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے جس کی وجہ سے رئیل سیکٹر میں سرمایہ کاری رک جاتی ہے جو کہ معیشت میں سست روی کا سبب بنتی ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے آنے والے عالمی بحران

فنانشل مارکیٹ کس طرح انیسویں صدی میں بڑے پیمانے پر آنے والے معاشی بحرانوں کی وجہ بنی، اس بات کو سمجھنے کے لیے ہم انیسویں صدی میں آنے والے عالمی بحرانوں کا مطالعہ کرتے ہیں کہ کس طرح سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد میں خرابی کی وجہ سے یہ عالمی بحران وقوع پذیر ہوئے اور انہوں نے کس طرح عام آدمی کے لیے زندگی گزارنا مشکل کر دیا۔ انیسویں صدی میں مندرجہ ذیل نمایاں عالمی بحران نے جنم لیا:

۱- "1928" کا گریٹ ڈپریشن (The Great Depression):

1920-27 کا عرصہ امریکی تاریخ میں ایک سنہرے دور کے نام سے جانا جاتا ہے جس میں پہلی جنگ عظیم میں امریکی اسلحہ ساز فیکٹریوں کو کافی فائدہ ہوا۔ امریکہ نے ان ممالک کو اسلحہ بیچنا شروع کر دیا جو پہلے یورپ سے خریدتے تھے۔ امریکہ میں کاروبار پر بہت زیادہ اعتماد کی وجہ سے لوگوں نے اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری شروع کر دی۔ اسٹاک مارکیٹ میں سٹہ بازی کی وجہ سے ۱۹۲۹ میں "وال سٹریٹ اسٹاک مارکیٹ" کریش کر گئی اور شیئرز کی قیمتیں گرنے کی وجہ سے ایک ہی دن میں ۱۰ سے ۱۵ ارب ڈالر مارکیٹ سے نکل گئے اور شیئرز کی قیمتیں تقریباً ۹۰ فیصد تک گر گئیں۔ اس کے نتیجے میں وہ بینک جنہوں نے لوگوں کی سیونگز سے اسٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کی ہوئی تھی دیوالیہ ہونا شروع ہو گئے اور تقریباً ۳۰۰۰ بنکوں نے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ دو سال کے اندر اندر تقریباً بیس ہزار کمپنیاں دیوالیہ ہو کر بند ہو گئیں۔ بینک اور کمپنیوں کے بند ہونے کی وجہ سے ایک کروڑ پچاس لاکھ لوگوں کو بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑا۔

اس معاشی بحران کی وجہ سے لوگوں میں قوتِ خرید (purchasing power) کم ہو گئی جس کی وجہ سے مارکیٹ میں چیزوں کی خرید و فروخت کم ہونا شروع ہو گئی اور فیکٹریاں "اوور پروڈکشن" کا شکار ہونے لگیں اور اس طرح انہوں نے اپنی "پروڈکشن کپیسٹی" کو کم کرنے کے لیے لوگوں کو ملازمت سے نکالنا شروع کر دیا۔ نتیجتاً ملک میں بے روزگاری مزید بڑھنا شروع ہو گئی۔ یہ صورت حال تقریباً دس سال تک رہی یہاں تک کہ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہو گیا اور امریکہ میں اسلحے کی فیکٹریوں کے کاروبار پھر سے شروع ہو گئے اور لوگوں کو روزگار ملنا شروع ہوا۔ اس طرح امریکہ نے دس سال بعد اس معاشی بحران سے نجات پائی۔

۲- US Savings & Loan (1985) Scandal:

امریکہ میں کچھ ادارے ایسے بھی تھے جو فنانشل مارکیٹ میں بینک کا درجہ تو نہیں رکھتے تھے لیکن ان کا کام کرنے کا طریقہ بینکوں کی طرح تھا۔ ایسے لوگ جن کو ان کی قرضے واپس نہ کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے بینک قرضہ نہیں دیتے تھے وہ ان کی طرف رجوع کرتے تھے اس طرح ان اداروں کی ڈیمانڈ بڑھتی گئی۔ جب ان اداروں کی تعداد ۴۰۰۰ تک پہنچ گئی اور ان کے کل اثاثہ جات تقریباً ۶۰۰ ارب ڈالرز تک پہنچ گئے تو ان بینکوں نے ایسی پیچیدہ سودے بازیاں کرنی شروع کر دیں جس کی وجہ سے ایک بحران پیدا ہو گیا اور یہ ادارے دیوالیہ ہونا شروع ہو گئے اور اس معاشی بحران سے نکلنے کے لئے ۱۵۰ بلین ڈالرز کا بیل آوٹ پیکج دیا گیا۔

۳- The Dot. Come Crash 2000:

یہ مالی بحران اس وقت آیا جب ای کامرس کمپنیوں نے سٹاک ایکسچینج پر لسٹ ہونا شروع کر دیا اور لوگوں نے ان کمپنیوں کو ایک نئی ایجاد کے طور پر لیا اور ان کے شیئرز خریدنے شروع کر دیے جبکہ حقیقتاً ان کی وقعت کچھ بھی نہیں تھی جس کی وجہ سے "نسداک" (NASDAK) اسٹاک ایکسچینج تقریباً ۵۰ فیصد گر گئی اور ۲۰۰۰ء میں آنے والے اس اسٹاک مارکیٹ کریش میں تقریباً ۸۱ بلین ڈالرز کا نقصان ہوا۔

۴- Subprime Mortgage Crisis 2008:

۲۰۰۸ء میں گھروں کی ملکیت حاصل کرنے کے حوالے سے ایک مالی بحران نے جنم لیا جس کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ ماضی کے مالی بحرانوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کچھ ایسے قوانین تشکیل دیے گئے جس کی وجہ سے ایسے لوگ جن کی "کریڈٹ ریٹنگ" اچھی نہیں تھی ان کو بینکوں نے گھر بنانے اور خریدنے کے لیے قرضے دینے سے انکار کر دیا جس کے نتیجے میں ایک "سب پرائم مورگیج مارکیٹ" منظر عام پر آئی جو ایسے لوگوں کو زیادہ شرح سود پر قرضے دینے لگی لیکن ایک وقت کے بعد لوگوں کے لیے سودی قرضے کی قسط دینا مشکل ہو گیا جس کی وجہ سے گھروں کی قیمتیں گرنا شروع ہو گئیں اس طرح وہ لوگ جو قرضے کی قسطیں دے رہے تھے جب ان کو احساس ہوا کہ مارکیٹ میں اس گھر کی کل مالیت بینک کو دی جانے والی سودی رقم اور قرض کی ٹوٹل قسطوں سے کم رہ گئی ہے تو انہوں نے وہی گھر بینکوں کو واپس بیچنا شروع کر دیے جس کی وجہ سے مالی بحران پیدا ہوا۔ جس کے نتیجے میں یہ مارکیٹ مکمل طور پر کریش کر گئی۔

اسلام کا حل:

اب ہم بات کرتے ہیں کہ اسلام کے اقتصادی نظام میں معاشی استحکام کس بنا پر حاصل ہوتا ہے اور کیوں اسلامی نظام سرمایہ دارانہ نظام کے (بوم اینڈ بسٹ سائیکل) سے دوچار نہیں ہوتی، اور آنے والی اسلامی ریاست کس طرح معاشی بحرانوں سے محفوظ رہے گی۔

۱- سونے اور چاندی پر مبنی کرنسی:

اسلام کرنسی کے لیے سونے اور چاندی کو پیمانہ قرار دیتا ہے، اسلامی ریاست میں کاغذ کے نوٹ ہو سکتے ہیں مگر وہ سونے اور چاندی کے ساتھ منسلک ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے معیشت میں استحکام پیدا ہوتا ہے۔ اسلام ریاست کی کرنسی کو کسی دوسرے ملک کے ساتھ منسلک کرنے سے منع فرماتا ہے۔ "بریٹن ووڈز" معاہدے کے نتیجے میں سونے کو کرنسی کی بنیاد سے ہٹا کر جس طرح ڈالر کو پوری دنیا پر مسلط کیا گیا ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر امریکی بحران ایک عالمی بحران کی شکل اختیار کر گیا۔ کیونکہ سب ممالک کی کرنسی تقریباً ڈالر کے ساتھ منسلک ہے اور ہر ملک ڈالر کو اپنے خزانے میں ذخیرہ کر کے رکھتا ہے۔ کرنسی کا سونے اور چاندی سے منسلک ہونا فنانشل مارکیٹ کے غبارے کو بھی پھولنے نہیں دیتا۔

۲- سودی بینکوں کی ممانعت:

اللہ رب العزت کی ذات قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ - فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾

"اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے ہو تو جو سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم حقیقت میں مومن ہو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔" (البقرہ: ۲۷۸-۲۷۹)

سودی معیشت سرمایہ دارانہ نظام میں مالی بحران کی اہم وجہ ہے۔ جب اسلامی ریاست اس سودی لین دین کا خاتمہ کرے گی تو اس سے بینکوں میں پڑا ہوا پیسہ "رئیل سیکٹر" کا حصہ بنے گا کاروباری سرگرمی میں اضافہ ہو گا اور روزگار کے مواقع بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک خاص طبقے کے معیشت پر اثر و رسوخ میں کمی شروع ہو جائے گی۔ سونے اور چاندی پر مبنی کرنسی کی وجہ سے لوگوں کو افراطِ زر کا بھی خطرہ نہیں ہو گا جس کے نتیجہ میں ان کو اپنی "بچتوں" کی قوتِ خرید کم ہونے کا اندیشہ نہیں ہو گا۔ اس طرح از خود بینکوں کی ضرورت کم ہو جائے گی۔ البتہ اسلامی ریاست میں ایک علیحدہ محکمہ ہو گا جو غریب ہنر مند افراد کو کاروبار، سروسز اور زراعت کے

لیے بلا سود قرضہ دے گا تاکہ ریاستِ خلافت کی معاشی پالیسی کے اہداف کو حاصل کیا جاسکے۔

۳- اسٹاک ایکسچینج اور اسلامی نقطہ نظر:

سرمایہ دارانہ نظام میں اسٹاک ایکسچینج بھی سودی نظام کی طرح کا کردار ادا کرتی ہیں جس میں سٹہ بازی کے ذریعے پیسہ چند ہاتھوں میں گھومتا رہتا ہے۔اسلامی ریاست میں خرید و فروخت کو مندرجہ ذیل پالیسیوں کے تحت ریگولیٹ کیا جائے گا۔

الف- "اسٹاک ایکسچینج" میں ایک چیز ایک ہی جگہ پر موجود ہونے کے باوجود کئی دفعہ بک چکی ہوتی ہے جبکہ اس کا قبضہ نہ تو خریدار کے پاس ہوتا ہے اور نہ ہی بیچنے والے کے پاس۔لیکن اسلامی ریاست میں جب تک کسی کے پاس اشیا کا قبضہ نہیں ہو گا تب تک وہ اس کو بیچ نہیں سکے گا۔کیونکہ ایسی اشیاء جو خریدی تو جا چکی ہیں لیکن ابھی تک ان کا قبضہ منتقل نہیں ہوا، اسلام اس کو بیچنے سے منع فرماتا ہے۔

ب- جس طرح اسٹاک ایکسچینج میں سٹہ بازی ہوتی ہے اس طرح کی سٹہ بازی کو مارکیٹ سے روکا جائے گا تاکہ چیزوں کی قیمتوں میں میں مصنوعی اضافے سے روکا جا سکے۔کیونکہ ۲۰۰۸ء میں آنے والا "کروڈ آئل" کا بحران اسی وجہ سے تھا۔

ت- چھے اجناس کا آپس میں ایکسچینج دو شرائط کی بنیاد پر ہو گا۔

اول۔ ایک دوسرے کے ساتھ ایکسچینج کی جانے والی اجناس کی مقدار آپس میں برابر ہو گی۔

دوم۔اس کا قبضہ فوری طور پر منتقل کیا جائے گا۔

ان چھے اجناس میں سونا،چاندی، گندم،جو، کھجور اور نمک شامل ہیں۔

ث- اسلامی ریاست میں پبلک لیمیٹڈ کمپنی بنانا حرام ہے لہٰذا ان کے شیئرز کی خرید و فروخت ختم کی جائے گی اور ان کمپنیوں کو اسلام کے احکامات کے مطابق ڈھالا جائے گا۔

۴- اسلام میں ملکیت کے اصول:

اسلام میں ملکیت کے اصول کمیونزم اور سرمایہ دارانہ نظام سے بالکل مختلف ہیں۔اسلام ملکیت کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔

۱-ذاتی ملکیت

۲-عوامی ملکیت

۳-ریاستی ملکیت

سرمایہ دارانہ نظام میں غریب اور امیر میں انتہا درجے کے فرق کی اہم وجہ عوامی ملکیت کے بے پناہ ذخائر کا نجی ہاتھوں میں مرکوز ہونا ہے ۔ صحیح حدیث میں آپ ﷺ فرماتے ہیں:

الناس شرکاء فی ثلاث الماء و الکلاء والنار "مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شراکت دار ہیں آگ، پانی اور چراگاہیں" (ابو داؤد)

لہٰذا آجکل چند سرمایہ دار کمپنیاں پٹرول، گیس اور بجلی کے ذخائر سے جو بے پناہ فائدہ اٹھا رہی ہیں اسلامی ریاست میں یہ فائدہ عوام کو منتقل ہو جائے گا۔

اختتامیہ:

میرے بھائیو جس طرح آج ہم نے ہم اسلام کے معاشی نظام اور اس کی معاشی پالیسی کی بات کی ہے یہ کوئی خواب نہیں ہے۔اسلامی ریاست پہلے اس معاشی نظام کو نافذ کر چکی ہے اور اسی کے ذریعے اس کی معیشت دنیا کی سب سے بڑی اور مضبوط معیشت تھی۔اپنی معاشی ترقی کی بنیاد پر برصغیر جو پوری دنیا میں سونے کی چڑیا کے نام سے مشہور تھا دنیا کی زراعت کی ۲۵ فیصد ضروریات کو پورا کرتا تھا لیکن آج سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے غذائی قلت کا شکار ہے۔ عنقریب ایسا پھر ہو کر رہے گا بلکہ اس سے بھی بہتر ہو گا انشاء اللہ ! صبح کا انتظار کرنے والا جلد ہی صبح کو طلوع ہوتا دیکھ لے گا۔

﴿وَاللّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ
يَعْلَمُونَ﴾

"اور اللہ کو اپنے کام پر پورا اختیار حاصل ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے" (یوسف:۲۱)

ختم شد

پاکستان کو استعمار پر انحصار سے بچنے کے لئے عسکری صنعت کی بھرپور ترقی کی ضرورت ہے جس میں خلائی ٹیکنالوجی بھی شامل ہے

تحریر: عثمان عادل، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بھارت کی خلائی تحقیق کے ادارے (آئی-ایس-آر-او) نے 17 ستمبر 2019 کو ملکی اور بیرونی بھارتیوں کو ان کی حمایت پر شکریہ ادا کیا جبکہ بھارت کے چاند پر جانے والے دوسرے مشن میں خلائی جہاز (چاندریاں-دونامی لینڈر) کا خلائی ایجنسی سے 7 ستمبر کو چاند پر پہنچنے سے چند منٹ پہلے ہی رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ اگر پاکستان کی بات کریں تو ملک کے اندر بھارت کے خلائی مشن (چاندریاں-دو) کی ناکامی نے بڑے پیمانے پر گفتگو شروع کر دی۔ چاند پر جانے کی یہ بحث اس وقت چھڑی کہ جب کشمیر کے معاملے پر پاکستان-بھارت کشیدگی عروج پر تھی اور اس پر زور دیا جارہا تھا۔

چاند پر اترنے والی سب سے پہلی غیر انسانی (unmanned) کاوش امریکہ نے ستمبر 1959 میں کی جس کو دیکھتے ہوئے سوویت روس نے بھی اگلے مہینے یہ ہدف پورا کر لیا۔ چناچہ ایک طویل خلائی دوڑ اس وقت کے ان دو سپر پاورز کے درمیان جاری رہی۔ درحقیقت واشنگٹن نے ہی سوویت روس کو خلائی برتری کی دوڑ میں گھسیٹا تاکہ روس کی معیشت کو بے جا وسیع کر کے تباہ کر دیا جائے۔ اس دور میں اشتراکیت کے زوال سے کچھ سالوں پہلے واشنگٹن کا ستاروں کی جنگ (اسٹار وارس) پروگرام میڈیا کی توجہ کا مرکز تھا۔ خلائی ٹیکنالوجی پر امریکہ کی برتری کے خطرے کو بھانپتے ہوئے کہ کہیں امریکہ دفاع کے لئے خلاء میں لیزر یا پارٹیکل بیم (شعاعوں) کے استعمال سے نیوکلیئر میزائل کو ختم کرنے والی ٹیکنالوجی نہ قائم کر لے، روس نے اس خلائی دوڑ میں امریکہ کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ روس کی معیشت کمزور ہو گئی اور پھر افغانستان کے ساتھ طویل جنگ کی وجہ سے مزید برباد ہو گئی۔ جبکہ اسٹار وارس پروگرام باوجود اس کی تکنیکی مشکلات اور بڑی لاگت کے، مواد سے زیادہ بے جا مشہوری کی وجہ سے مقبول ہوا۔

چاند پر جانے کا سفر دونوں سپر پاورز کے درمیان مقابلے میں ٹیکنالوجی کی برتری کی علامت تھا۔ آج بھارت چاند پر پہنچنے کی کاوشوں سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ملک کی ترقی کو ظاہر کرنا چاہ رہا ہے۔ چاند پر اترنے کی کوششوں سے بھارت دنیا کے سامنے اپنے آپ کو چین کے ہم پلّہ ثابت کرنا چاہتا ہے، جس نے 2007 میں چاند پر قدم رکھا۔ ساتھ ہی بھارت اس مشن سے پاکستان کو پیچھے چھوڑنے کے درپے ہے۔ اس طرح یہ اقدامات امریکی منصوبے کے مطابق ہیں جن کے تحت بھارت کو چین کے سامنے علاقائی طاقت کے طور پر کھڑا کیا جارہا ہے۔ حالانکہ بھارت کا چاند پر قدم رکھنے کا مشن ایک اصل اسٹریٹیجک حصول کے بجائے رسمی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ چائنا چاند پر قدم رکھ چکا ہے اور اس کی ملکی پیداوار (جی ڈی پی) امریکہ سے بڑھ چکی ہے، لیکن ٹیکنولوجی کے میدان میں وہ پیچھے ہے۔ چین اپنے جنگی جہازوں کے انجن تک خود بنانے سے قاصر ہے، لہٰذا وہ روس پر انحصار کر رہا ہے جبکہ بھارت اس سے بھی پیچھے ہے۔

جو لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پاکستان کو عسکری ترقی جیسا کہ خلائی ٹیکنالوجی کے بجائے صرف سائنس

اور جدید علوم پر توجہ دینی چاہیئے، ان کو سمجھنا چاہیئے کہ جنگ عظیم دوئم کے قریب وہ عسکری ترقی ہی تھی جس نے چاند پر قدم رکھنے کی خواہش کو حقیقت میں تبدیل کیا۔ جرمنی کے سائنسدانوں اور انجینئروں نے اس ترقی کی وجہ سے وی-ٹو جیسے لانگ رینج یعنی طویل فاصلے کو پار کرکے ہدف تک پہنچنے والے راکٹ بنائے۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد امریکہ نے اپنے راکٹ پروگرام کے لئے جرمنی کے سائنسدانوں کو بلایا۔ امریکہ نے جرمنی کے راکٹ پروگرام کے خاص معمار (آرکیٹیکٹ) ورنروان بران کو راضی کرلیا، جنہوں نے سیٹرن فائف (Saturn V) بنانے میں اہم کردار ادا کیا جس کی وجہ سے انسان چاند تک پہنچا۔ روسی بھی پیچھے نہیں رہے بلکہ انہوں نے بھی وی-ٹو راکٹ تیار کیا اور خود اپنا پروگرام شروع کیا۔

خلائی ٹیکنالوجی عسکری اور غیر عسکری سیٹلائٹ اور رابطوں کے ذرائع کے لئے اہم ہے۔ پاکستان کو ٹیکنالوجی، بھاری صنعت اور ان سے منسلک سائنس کے شعبے میں ترقی کی ضرورت ہے تاکہ وہ ٹیکنالوجی، عسکری مشنری اور صنعت کے لئے مغرب پر انحصار سے نکل سکے۔ خود انحصاری کے راستے پر چلنے کے لئے بھاری صنعت کی بنیاد قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

پاکستان کے پاس طیارے، اسلحہ، تیل کے کنویں، زمین کان کرنے کے اوزار، ایویانکس، کمپیوٹر، ٹیلی کمیونیکیشن اور طبی امداد کی مشنری ہونی چاہیئے جو خلائی ٹیکنالوجی کی ترقی کے ساتھ ہی حاصل ہوں گے۔ پاکستان کے پاس پہلے ہی اچھی میزائل ٹیکنالوجی اور قابل لوگ موجود ہیں۔

اگر پاکستان کے پاس ایک ویژن رکھنے والی قیادت ہو جو اسلام کا مکمل نفاذ کرے، تو پاکستان ٹیکنالوجی اور تحقیق میں بھرپور ترقی کر سکتا ہے۔ ماضی میں خلافت کی شکل میں اسلام مسلمانوں کے عروج کا بنیادی عنصر رہا۔ اسلام نے ہی مسلمانوں کو وہ بصیرت دی کہ وہ دعوت اور منظم جہاد کے ذریعے اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلاتے رہے۔ ریاست خلافت کا پھیلاؤ ہوا حتیٰ کہ وہ ایک ہزار سال تک عالمی طاقت رہی۔ انشاء اللہ، وہ ریاست خلافت ہی ہو گی جو اسلام اور مسلمانوں کو دوبارہ اپنے عروج پر لے کر جائے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا،

((وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لاَ تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ))

"اور ان کیلئے جس حد تک کر سکو فوج اور بندھے ہوئے گھوڑے تیار رکھو، جس سے اللہ کے اور تمہارے ان دشمنوں پر تمہاری ہیبت رہے اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں پر بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو، اللہ انہیں جانتا ہے۔" (سورۃ الانفال 60)

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا،

((هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ))

"وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اسے پوری ادیان پر غالب کردے، خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔"

(سورۃ التوبۃ 33)

ختم شد

امریکا اور اس کی کٹھ پتلی افغان حکومت کے لیے افغان عورتوں اور بچوں کا خون ایک کھیل سے بڑھ کر نہیں!!!

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

22 ستمبر 2019 کی رات کو افغان اور امریکی فضائی اور زمینی دستوں نے ہلمند صوبہ کے ڈسٹرکٹ موسیٰ قلعہ میں ایک مبینہ طالبان ٹھکانے کو نشانہ بنایا جس میں کم از کم 40 شہری جاں بحق اور 18 شہری زخمی ہوگئے جو کہ اس مبینہ ٹھکانے کے ساتھ والی عمارت میں ایک شادی کی تقریب میں شرکت کررہے تھے۔ ہلمند کی صوبائی کونسل کے رکن عبدالمجید اخونزدہ کے مطابق جاں بحق ہونے والوں میں زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی تھی۔ یہ خونی حملہ 19 ستمبر کے امریکی ڈرون حملے کے بعد کیا گیا ہے جس میں مشرقی افغانستان کے صوبہ ننگرہار میں 70 معصوم کسانوں کو قتل کردیا گیا تھا۔

حالیہ مہینوں میں طالبان کے خلاف فوجی مہمات میں افغان سیکیورٹی فورسز اور قابض امریکی افواج کے ہاتھوں شہریوں کی ہلاکتوں کے واقعات میں اضافہ دیکھا جارہا ہے۔ اس سال 30 جون کو اقوام متحدہ نے ایک رپورٹ جاری کی جس کے مطابق اس سال کے پہلے چھ ماہ میں امریکی اور افغان فورسز کی وجہ سے 717 شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کسی بھی دوسرے مسلح گروہ کے ہاتھوں اتنے شہری ہلاک نہیں ہوئے جتنا کہ امریکی اور افغان فورسز کے ہاتھوں ہلاک ہوئے ہیں۔ لوگوں کی جان کی حرمت کے حوالے سے امریکا کی انتہائی لاپرواہی بالکل بھی حیرت انگیز نہیں ہے کیونکہ مجرم صلیبی امریکا انسانی جانوں کے نقصان کی کوئی پرواہ نہیں کرتا چاہے کتنی ہی زیادہ لوگ کیوں نہ مارے جائیں اور اس کی کتنی ہی قیمت کیوں نہ ادا کرنی پڑے۔ امریکا کے لیے سب سے اہم اس کے استعماری سیاسی و معاشی مفادات ہوتے ہیں جس کا مظاہرہ ہم نے افغانستان، عراق، صومالیہ اور کئی دیگر مقامات پر دیکھا ہے۔ لیکن جو بات انتہائی افسوسناک ہے وہ یہ کہ افغان حکومت اپنے ہی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بچوں کو مارنے میں استعماری امریکا کے ساتھ مکمل طور پر شامل ہے تا کہ خطے میں امریکی منصوبے کو مکمل کیا جاسکے۔

2001 میں افغانستان پر امریکی قبضے کے بعد سے آنے والی ایک کے بعد ایک افغان قیادت کا بنیادی مقصد اخلاص کے ساتھ اپنے لوگوں کی خدمت کرنا نہیں رہا ہے بلکہ اپنے اقتدار اور دولت کی حفاظت اور اپنے امریکی آقاؤں کے مفادات کی حفاظت کرنا ہی ان کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ اس موجودہ خونی حملے کے بعد صدر اشرف غنی کا ردعمل انتہائی قابل مذمت ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرتے کہ امریکی پالیسی کی اندھی تقلید کی وجہ سے یہ خونی واقع پیش آیا جس میں معصوم شہری مارے گئے، اس نے

2001 میں افغانستان پر امریکی قبضے کے بعد سے آنے والی ایک کے بعد ایک افغان قیادت کا بنیادی مقصد اخلاص کے ساتھ اپنے لوگوں کی خدمت کرنا نہیں رہا ہے بلکہ اپنے اقتدار اور دولت کی حفاظت اور اپنے امریکی آقاؤں کے مفادات کی حفاظت کرنا ہی ان کا بنیادی مقصد رہا ہے۔ اس موجودہ خونی حملے کے بعد صدر اشرف غنی کا ردعمل انتہائی قابل مذمت ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرتے کہ امریکی پالیسی کی اندھی تقلید کی وجہ سے یہ خونی واقع پیش آیا جس میں معصوم شہری مارے گئے، اس نے محض اتنا کہا کہ فوجی مہمات میں" مزید احتیاط "سے کام لیا جائے۔

محض اتنا کہا کہ فوجی مہمات میں" مزید احتیاط "سے کام لیا جائے۔ پچھلے 18 سال سے اس خطے کو امریکا نے خون میں ڈبو دیا ہے، تباہی اور مایوسی کا بیج بویا ہے، اس کے لوگوں کے خلاف ناقابل بیان جرائم کا ارتکاب کیا ہے جس میں ہماری بہنوں کی انتہائی مجرمانہ طریقے سے بے حرمتی بھی شامل ہے، اور یہ سب کچھ اس نے بغیر کسی رکاوٹ، بلکہ تسلسل سے آنے والے افغان حکمرانوں اور ان کی حکومتوں کی مکمل معاونت سے کیا ہے۔

اور کتنے عرصے تک افغانستان کی عورتیں، بچے اور معصوم شہری ملک میں وحشیانہ استعماری مداخلت کے خونی نتائج کا سامنا کرتے رہیں گے؟ ان کے خون اور آنسوؤں نے اس زمین کو نم کر دیا ہے !ہماری بہنوں اور بچوں کی جانیں کس قدر سستی ہو گئی ہیں جہاں ان کی موت کو محض ایک اعدادوشمار کے طور پر اور استعماری منصوبوں پر عمل درآمد کے لیے قابل قبول جانی نقصان کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ 28 ستمبر کے صدارتی انتخابات سے افغانستان کے لوگوں کے لیے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ان انتخابات سے کوئی فائدہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے جبکہ یہ اسی حکومت کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے ہے جو امریکی اطاعت اور فرمانبرداری کے تحت کام کررہی ہے؟ یقیناً ہم ایک سے زائد بار یہ دیکھ چکے ہیں کہ اس قسم کے انتخابات کا مقصد امریکا کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی توثیق کرنا ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی مشکلات، تکالیف اور مایوسیوں میں مزید اضافہ ہی ہوتا ہے۔

اس قسم کے انتخابات جھوٹی امیدوں اور ٹوٹے وعدوں کا قبرستان ثابت ہوتے ہیں جس میں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا جاتا ہے اور اس کے نتیجے میں صرف اور صرف لوگوں کے درمیان فاصلے اور تشدد بڑھتا ہے جبکہ عدم تحفظ، موت، تباہی، شدید غربت، بے روزگاری، جرائم، کرپشن، صحت اور تعلیم کے شعبے کا زوال بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

افغانستان میں ہماری امت کے خون کا دریا بہتا رہے گا جب تک کہ اس سرزمین سے امریکی استعماریت اور ان کی بنائی ایسی حکومتوں کا جڑ سے خاتمہ نہیں کیا جاتا جن کا مقصد مغرب کی خدمت کرنا ہے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہو گی کیونکہ اس کی حقیقی اسلامی قیادت کسی بھی غیر ملکی طاقت کی بالادستی کو قبول نہیں کرے گی بلکہ وہ خود دنیا کی سیاسی، معاشی اور فوجی طاقت بننے کی راہ پر چلے گی، اپنے شہریوں کو مشکلات سے بچائے گی، ان کی اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گی

افغانستان میں ہماری امت کے خون کا دریا بہتا رہے گا جب تک کہ اس سرزمین سے امریکی استعماریت اور ان کی بنائی ایسی حکومتوں کا جڑ سے خاتمہ نہیں کیا جاتا جن کا مقصد مغرب کی خدمت کرنا ہے ۔ یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہو گی کیونکہ اس کی حقیقی اسلامی قیادت کسی بھی غیر ملکی طاقت کی بالادستی کو قبول نہیں کرے گی بلکہ وہ خود دنیا کی سیاسی، معاشی اور فوجی طاقت بننے کی راہ پر چلے گی، اپنے شہریوں کو مشکلات سے بچائے گی، ان کی اخلاص کے ساتھ خدمت کرے گی، اور اس سرزمین پر امن، تحفظ اور خوشحالی کا قیام عمل میں لائے گی، اور پوری دنیا تک اسلام کی روشنی کو پھیلائے گی۔

تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ

"تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں، انہوں نے جو کچھ اپنے واسطے آگے بھیجا ہے برا ہے (وہ یہ) کہ اللہ ان سے ناخوش ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں (مبتلا) رہیں گے" (المائدہ 5:80)

ڈاکٹر نظرین نواز
ڈائریکٹر شعبہ خواتین
مرکزی میڈیا آفس حزب التحریر

اے مسلمانو! سب اقدامات شام کی حکومت کو زندگی بخشنے کے لیے اٹھائے جا رہے ہیں خواہ یہ آپریشنِ فرات کی ڈھال ہو یا آپریشن شاخِ زیتون یا امن کی بہار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردگان نے اب تک جو کیا ہے اور جو کر رہا ہے، وہ وہی ہے جو امریکہ چاہتا ہے یعنی شام میں جابرانہ حکومت کو خبیث بین الاقوامی، علاقائی اور اندرونی قوتوں کے ذریعے قائم رکھا جائے۔ اردگان نے یہ اقدامات اس کے بعد اٹھائے جب لوگوں کے نعروں اور ان کی مزاحمت نے شامی حکومت اور اس کی پُشت پناہی کرنے والے امریکہ اور اس کے مددگاروں کو حیران کر دیا، ان مددگاروں میں روس، ایران، ترکی کا اردگان اور اس سے منسلک سازشی گروہ شامل ہیں ،جو بلادِشام کے مرکز میں ظالمانہ اور سیکولر نظام کو قائم رکھنے کے امریکی منصوبوں میں پیش پیش ہیں۔

پہلے بھی ہم نے آپریشن Euphrates Shield اور Olive Branch کے آپریشن میں اردگان کی فریبی چالوں پر بیان جاری کیا تھا۔ اس کا مقصد دھوکہ کھانے والوں اوران لوگوں کی آنکھوں سے پردہ اتارنا تھا جو اردگان کے شور و غوغے سے یہ سمجھ کر خوش ہو رہے تھے کہ وہ شام کے جابر کے خلاف انکی مدد کر رہا ہے۔ لہذا اُس وقت ہم نے 7 دسمبر 2016ء کو ایک سوال کا جواب جاری کیا تھا جس میں ہم نے بیان کیا تھا: **"اس پر مزید یہ کہ اردگان کی طرف** سے Euphrates Shield کے حملے کو جاری رکھنا

> **یہ ایسے ہوا کہ یہ گروہ ترکی کی ایما پر حکومت کے خلاف معرکہ چھوڑ کر Shield اور Branch کے آپریشنوں کی لڑائی میں گھس گئے، اور اس طرح حلب اور جنوبی اِدلب مکمل طور پر ہاتھ سے نکل گئے یا تقریباً نکل گئے"**۔ اس سب کے بعد بھی یہ گروہ ہیں کہ دوبارہ آپریشن Peace Spring سے دھوکہ کھا رہے ہیں! جبکہ اس حملے نے پھر حکومتی قوتوں میں جان ڈال دی ہے اور اس کی کامیابیوں میں اضافہ کر دیا ہے، اور یہ آپریشن ٹرمپ کے حکم اور اشارے پر ہوا۔ ترکی سیاسی تجزیہ نگار جواد گوک نے کہا کہ "امریکی گرین سگنل بغیر ترکی کے لئے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ فرات کے مشرق میں حرکت کرے۔ (تموز نیٹ، 06-10-19)۔

اور ترکی کے حامی جنگجو گروہوں کو جرابلس کے بعد الباب کی جنگ کی طرف کھینچنے کی کوشش کرنا، یہ سب کچھ حلب (Aleppo) کے اصل محاذ کو کمزور کرنے کیلئے ہے، وہ جنگجو کہ جن پر انحصار تھا کہ وہ دم گھٹنے والے حصار کو توڑ کر اس شہر کو بچائیں گے"۔ اور اس طرح حلب بھی ہاتھ سے نکل گیا! جنگجو گروہوں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے تھا مگر وہ اردگان کے بِل سے دوبارا ڈَسے گئے اور دوسری بار بھی اردگان کے کہنے پر آپریشن Olive Branch میں چلے گئے، اُس موقع پر ہم نے 24 جنوری 2018ء کو ایک سوال کا جواب جاری کیا تھا اور بیان کیا تھا: **"لہذا اس طرح اردگان آپریشن Euphrates Shield کا منظر ایک بار پھر دہرا رہا ہے تاکہ حکومتی قوتوں کے حلب میں داخلے کو آسان بنایا جائے، اور اسی لیے اس نے آپریشن Olive Branch ترتیب دیا ہے...**"۔ اور ایک اور سوال کے جواب میں جو ہم نے 29 جولائی 2018ء کو جاری کیا تھا: **"اور جہاں تک دوسرے محاذ کی بات ہے تو ترکی نے 24 اگست 2018ء کو حلب کے شمال میں آپریشن Euphrates Shield کی قیادت کی، اور اس کے بعد 20 جنوری**

2018 کو آپریشن Olive Branch میں، لہٰذا حکومتی قوتوں کا حلب اور جنوبی اِدلب میں داخلہ آسانی سے ہو گیا، اور یہ ایسے ہوا کہ یہ گروہ ترکی کی ایما پر حکومت کے خلاف معرکہ چھوڑ کر Shield اور Branch کے آپریشنوں کی لڑائی میں گھس گئے، اور اس طرح حلب اور جنوبی اِدلب مکمل طور پر ہاتھ سے نکل گئے یا تقریباً نکل گئے"۔ اس سب کے بعد بھی یہ گروہ ہیں کہ دوبارہ آپریشن Peace Spring سے دھوکہ کھا رہے ہیں! جبکہ اس حملے نے پھر حکومتی قوتوں میں جان ڈال دی ہے اور اس کی کامیابیوں میں اضافہ کر دیا ہے، اور یہ آپریشن ٹرمپ کے حکم اور اشارے پر ہوا۔ ترکی سیاسی تجزیہ نگار جواد گوک نے کہا کہ "امریکی گرین سگنل بغیر ترکی کے لئے ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ فرات کے مشرق میں حرکت کرے۔ (تموز نیٹ، 06-10-19)۔ اور وائٹ ہاؤس نے اعلان کیا کہ "امریکی قوتیں عنقریب شمالی شام سے انخلا کریں گی اور ساتھ ہی ترکی وہاں عسکری عمل تیز کرنے کو تیار ہے"، اور یہ بیان امریکی صدر ٹرمپ اور اس کے ترکی ہم منصب اردگان کے ٹیلیفونی رابطے کے بعد جاری ہوا (CNN، 10-07-19)۔ یہ آپریشن امریکہ کے حکم اور رضا کے مطابق ہوا، چنانچہ "وائٹ ہاؤس کے ترجمان نے جمعرات کو ترکی صدر رجب طیب اردگان کی طرف سے 13 نومبر کو امریکی دورے کا اعلان کیا..." (المشہد العربی: 08-10-2019)۔

پس اردگان نے امریکہ کے حکم پر مہم پر پیش قدمی کی اور وہ اس حد تک پہنچ کر اس مہم کو ختم کر دے گا جو امریکہ نے اس کے لیے مقرر کی ہے، خواہ وہ اس کے نتیجے میں اپنے لیے کچھ حاصل کر سکے یا نہیں، کیونکہ ہدف یہ ہے کہ وہ علاقے جو شامی حکومت کے کنٹرول میں نہیں انہیں واپس حاصل کرنے کے امریکہ کے منصوبے کو نافذ کیا جائے، اور اسے باضابطہ طور پر بین الاقوامی سطح پر اور علاقائی سطح پر ایک وجود کے طور پر تسلیم کرایا جائے! لوگوں کے بیانات اس بات کو واضح طور پر ظاہر کر رہے ہیں:

جہاں تک ٹرمپ کی دھمکیوں اور پابندیوں پر مبنی بیانات کا تعلق ہے (امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پیر کو ترکی کے خلاف پابندیاں عائد کر دیں اور مطالبہ کیا کہ وہ شام کے شمال مشرقی علاقے میں دخل اندازی بند کرے ...رائٹرز 2019/10/15)، تو یہ بیانات دھوکہ دہی اور گمراہ کن خبروں پر مبنی ہیں، کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ٹرمپ اردگان کو گرین سگنل دے اور وہ اپنی مہم کو جاری رکھے اور پھر اسے پابندیوں کی دھمکی دے اور اپنی مہم روکنے کے لیے کہے؟ ماسوائے اس کے کہ ٹرمپ کی طرف سے اردگان کو مہم جوئی کرنے کے حکم کا دورانیہ ختم ہو رہا ہو اور یہ پابندیاں اردگان کو مہم کے خاتمے کا بہانہ فراہم کریں! پس اردگان نے امریکہ کے حکم پر مہم پر پیش قدمی کی اور وہ اس حد تک پہنچ کر اس مہم کو ختم کر دے گا جو امریکہ نے اس کے لیے مقرر کی ہے، خواہ وہ اس کے نتیجے میں اپنے لیے کچھ حاصل کر سکے یا نہیں، کیونکہ ہدف یہ ہے کہ وہ علاقے جو شامی حکومت کے کنٹرول میں نہیں انہیں واپس حاصل کرنے کے امریکہ کے منصوبے کو نافذ کیا جائے، اور اسے باضابطہ طور پر بین الاقوامی سطح پر اور علاقائی سطح پر ایک وجود کے طور پر تسلیم کرایا جائے! لوگوں کے بیانات اس بات کو واضح طور پر ظاہر کر رہے ہیں: بین الاقوامی اتحاد نے منگل کو اس بات کی توثیق کی "شمالی شام کے شہر منبج سے فوجی دستوں کی واپسی کا اعلان، آپریشن Inherent Resolve کے فوجی ترجمان کرنل Myles B Caggins نے ٹویٹر پر کیا ..." (عربی

21، 15/10/2019)۔ روسی وزارتِ دفاع کے ایک بیان کے مطابق: "شام کی حکومت کی افواج نے منبج کے شہر اور اس کے گرد ونواح کا مکمل کنٹرول حاصل کر لیا ہے ..."(فرانس AFP/24، 15/10/2019)۔ اردگان کے نزدیک شام کی فوج کا منبج میں داخل ہونا کوئی منفی امر نہیں بلکہ یہ مثبت پیش رفت ہے!۔العربیہ چینل نے 16 اکتوبر 2019 کو رپورٹ کیا: "اردگان نے اس بات پر بھی زور دیا کہ منبج شہر میں شامی افواج کا داخل ہونا منفی امر نہیں ہے..."۔ امریکی نائب صدر نے کہا: "وہ جلد ترکی ایک وفد لے کر جارہا ہے اور امریکی صدر نے ترک ہم منصب اردگان سے بات کی ہے اور ترکی کی طرف سے شام میں اپنی فوجیں اتارنے کے خاتمے کا مطالبہ کیا ہے"(الغد چینل 15 اکتوبر 2019)۔ ترک اخبار "جمہوریت" نے رپورٹ کیا کہ ترکی کے وزیرِ دفاع Akar نے کہا ہے: انقرہ شامی حکومت سے رابطے کے راستے تلاش کر رہا ہے"(عربی 21،15 اکتوبر 2019)۔ ماسکو نے اعلان کیا: دمشق اور انقرہ کی حکومتیں(شام و ترکی) شمالی شام میں ترک فوج کے آپریشن کے بعد سے مذاکرات میں مصروف ہیں(PetraAmmonAgency...) 15.10.2019،۔ پس آپریشن امن بہار نے شامی حکومت کو نئی فتوحات عطا کیں، اس کے وجود کو مستحکم کیا اور مذاکرات کا پیش خیمہ بنا۔ یہ سب کچھ ان شرانگیز مہموں کے بغیر حاصل نہیں ہونا تھا۔

اس تمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شام کے لوگوں کی قربانیاں، بہایا گیا خون، تار تار کی گئی عزتیں اور شامی حکومت کے پیروکاروں، سہولت کاروں اور اداروں کے مسلمانوں کے خلاف جرائم، امریکہ اور اس کے مقاصد کی خوشنودی کے سامنے کوئی وزن یا قدر و قیمت نہیں رکھتے! اللہ انہیں تباہ کرے، وہ کیسے دھوکے میں ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان اوچھے ہتھکنڈوں سے وہ شام کے لوگوں کو اس جابر کے ہاتھوں میں واپس لے آئیں گے جو استعماری کفار کا مددگار ہے۔ لیکن یہ غداری کا منصوبہ انشاءاللہ ناکام ہو گا اور کچھ بھی حاصل نہ کرپائے گا کیونکہ شام کے جابر کے خلاف اٹھنے والے اس نور کو لانا چاہتے ہیں جس کی پکار ہے: "یہ سب اللہ کی خاطر ہے، یہ سب اللہ کی خاطر ہے"۔

اس تمام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شام کے لوگوں کی قربانیاں، بہایا گیا خون، تار تار کی گئی عزتیں اور شامی حکومت کے پیروکاروں، سہولت کاروں اور اداروں کے مسلمانوں کے خلاف جرائم، امریکہ اور اس کے مقاصد کی خوشنودی کے سامنے کوئی وزن یا قدر و قیمت نہیں رکھتے! اللہ انہیں تباہ کرے، وہ کیسے دھوکے میں ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان اوچھے ہتھکنڈوں سے وہ شام کے لوگوں کو اس جابر کے ہاتھوں میں واپس لے آئیں گے جو استعماری کفار کا مددگار ہے۔ لیکن یہ غداری کا منصوبہ انشاءاللہ ناکام ہو گا اور کچھ بھی حاصل نہ کرپائے گا کیونکہ شام کے جابر کے خلاف اٹھنے والے اس نور کو لانا چاہتے ہیں جس کی پکار ہے: "یہ سب اللہ کی خاطر ہے، یہ سب اللہ کی خاطر ہے"۔ ایسے لوگ مشکلات سے گھبراتے نہیں بلکہ مزید مضبوط ہوتے ہیں اور انشاءاللہ وہ سیدھے راستے پر ہیں اور اس جبر پر ہار نہیں مانیں گے، نہ ہی ذلت کے ساتھ گھٹنے ٹیکیں گے۔ یہ مَردوں میں سے بھی مرد ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ ہر اچھے برے حال میں ان کے ساتھ ہے اور یہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی طرح اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سیرت سے حوصلہ لیتے ہیں تاکہ ظالموں کو ہٹا کر اللہ کے قانون، الخلافۃ الراشدہ کے قیام کیلئے کوشش جاری رکھ سکیں۔ جب بھی ان

کیلئے حالات مشکل ہوتے ہیں، تو اس کے بعد آسانی آتی ہے؛ بے شک مشکل کے بعد آسانی ہے۔ جب بھی امریکہ اور اس کے حواریوں نے سوچا کہ وہ فتح کے قریب ہیں؛ تو انھیں معلوم ہوا کہ معاملہ ان کی سوچ سے بڑا ہے، اور ان کے اعمال الجھن کا شکار اور بیانات تضادات سے دوچار ہو گئے! جو بھی اس معاملے کو پڑھے گا، وہ اس سے سبق لے گا اور کوئی عام سبق نہیں؛ گو کہ شام میں عالمی تنازعہ تقریباً موجود نہیں، اور علاقائی اور مقامی بھی نہیں، کیونکہ امریکہ اس تمام کو کنٹرول کر رہا ہے، لیکن پھر بھی امریکہ شام میں حکومت نہیں بنا پایا، نہ ہی دس سال سے جاری فوجی بھرتیوں اور اسلحے کے باوجود اپنا اثر مستحکم کر پایا ہے! جو کوئی بھی فہم رکھتا ہے اسے معلوم ہے کہ باطل بالآخر مٹ ہی جاتا ہے، چاہے کچھ دیر ہی لگے، خواہ ظالم ایک مقابلہ جیت ہی جائے، وہ باقی مقابلے ہار جائے گا اور حالات کی تبدیلی لوگوں میں آتی جاتی رہتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ حزب التحریر آپ کو خلوص اور سچے دل سے پکارتی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اسی تکلیف سے گزرتے ہیں جس سے آپ گزرتے ہیں اور اسی سے خوش ہوتے ہیں جس سے آپ خوش ہوتے ہیں، یہ آپ کو نصیحت اور خیر خواہی کی آواز لگاتے ہیں اور حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ لہٰذا جنگجو گروہوں میں اوران سے باہر موجود اپنے بیٹوں کو اردگان اور اس جیسوں سے دھوکا مت کھانے دیں... حق واضح ہے۔

لہٰذا جنگجو گروہوں میں اوران سے باہر موجود اپنے بیٹوں کو اردگان اور اس جیسوں سے دھوکا مت کھانے دیں... حق واضح ہے۔ لہٰذا سچ اور اخلاص کے ساتھ اس جابر حکومت کو تبدیل کرنے کی جدوجہد جاری رکھیں، اور ہم آپ کے ساتھ ہیں بلکہ آپ کی صفوں میں آ گئے ہیں، اور یقین رکھیں کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، چاہے کچھ دیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

"ہم یقیناً مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اوران کی جو ایمان لائے، اس دنیا میں بھی اور اس دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے" (الغافر 51)

لہٰذا سچ اور اخلاص کے ساتھ اس جابر حکومت کو تبدیل کرنے کی جدوجہد جاری رکھیں، اور ہم آپ کے ساتھ ہیں بلکہ آپ کی صفوں میں آ گئے ہیں، اور یقین رکھیں کہ اللہ اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، چاہے کچھ دیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ

"ہم یقیناً مدد کریں گے اپنے رسولوں کی اوران کی جو ایمان لائے، اس دنیا میں بھی اور اس دن بھی جب گواہ اٹھائے جائیں گے" (الغافر 51)، فتح صرف نبیوں ہی کیلئے نہیں بلکہ اللہ نے یہاں فرمایا "**وَالَّذِينَ آمَنُوا**" یعنی ایمان والوں کیلئے بھی ہے۔ فتح صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ فرمایا:

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ

"یعنی اس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی"

إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا

"بے شک اللہ اپنا امر کو پورا کرنے والا ہے، اللہ نے ہر چیز کیلئے ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے". (الطلاق 3)

ختم شد

قوم پرستی پر مبنی تقسیم کا طوق گردنوں سے اتار پھینکو جس نے تمہیں کشمیری مسلمانوں کی پکار کے عسکری جواب سے روک رکھا ہے

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

16 اکتوبر 2019 کو لائن آف کنٹرول پر تعینات فوجی دستوں سے ملاقات کرتے ہوئے جنرل باجوہ نے کہا کہ، "بھارتی مقبوضہ جموں و کشمیر کے کشمیری مسلسل محاصرے میں بہادری سے بھارتی مظالم کا سامنا کر رہے ہیں۔ ہم انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے اور ہر قیمت پر اپنا جائز کردار ادا کریں گے"۔ تاہم باجوہ-عمران حکومت کا یہ بیان اس کے عملی کردار کے برعکس ہے۔ اس حکومت کا مقبوضہ کشمیر کی آزادی کی فیصلہ کن جنگ کے لیے ہماری بہادر اور قابل افواج کو حرکت میں نہ لانے کا فیصلہ اور یہ کہنا کہ "وار از نو آپشن" درحقیقت کشمیر کے مسلمانوں کو ان کی مشکلات میں تنہا چھوڑنے کے مترادف ہے۔ اس بے شرم حکومت نے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو اس لیے تنہا چھوڑ دیا ہے کیونکہ اس کی وفاداری قوم پرستی کے شیطانی تصور سے جڑی ہے جو سرحدوں اور نسل سے وفاداری کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے وفاداری اور ان کے احکامات پر فوقیت دیتی ہے۔ لہٰذا دنیا کی چھٹی بڑی فوج کی سربراہی کرنے کے باوجود یہ حکومت قوم پرستی کے باعث یہ عذر پیش کر رہی ہے کہ وہ "قومی مفاد" میں مقبوضہ کشمیر کے حوالے سے بھارت سے جنگ سے اسلئے گریزاں ہے تاکہ پاکستان کو تباہی و غربت سے بچایا جائے۔ اسی طرح عرب حکمران، جو دنیا کی دولت کے ایک بہت بڑے حصے پر اختیار رکھتے ہیں، بھارت کے ساتھ "قومی مفاد" کے نام پر معاشی تعلقات میں زبردست اضافہ کر رہے ہیں اور یوں ہندو ریاست کو تقویت پہنچا رہے ہیں۔ یقیناً یہ قوم پرستی کا ناسور ہے جس کی وجہ سے مسلم دنیا کے حکمران ایغور، روہنگیا، فلسطین اور کشمیر کے مسلمانوں کے لیے صرف "گفتار کے غازی" بنے ہوتے ہیں جبکہ یہ حکمران مجموعی طور پر تیس لاکھ مسلم افواج کی کمانڈ کر رہے ہیں جو کامیابی یا شہادت کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔

اے پاکستان کے مسلمانو!

اسلام کے رشتہ اخوت کی بنیاد کو چھوڑ کر کسی بھی دوسرے نظریے سے وابستہ ہونا انتہائی سنگین گناہ ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ "مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے"**

(الحجرات 49:10)۔

رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے سوا کسی بھی اور بنیاد پر اشتراک اور تعلق کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہوئے فرمایا: **مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَدْعُو عَصَبِيَّةً أَوْ يَنْصُرُ عَصَبِيَّةً فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ "جو شخص ایک ایسے شخص کے جھنڈے تلے مارا جائے جو حق سے اندھا ہو کر خاندانی یا قومی تعصب کی طرف بلاتا ہو، تو اس کا قتل جاہلیت کا سا ہو گا"** (مسلم)۔

دورِ خلافت میں صرف اسلام ہی ہمارے مفادات کا تعین کرتا تھا، لہٰذا مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دیا جاتا تھا چاہے وہ دنیا کے کسی بھی کونے سے آئے۔ محمد بن قاسمؒ ہندوستان میں مسلمانوں پر مظالم کے خاتمے کے لیے فارس سے فوج لے کر آئے۔ اور صلاح الدین ایوبیؒ، جو کہ نسلاً کرد تھے، شام میں الاقصیٰ کی آزادی کے لیے مصر سے فوج لے کر آئے۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قوم پرستی کے شیطان نے پوری مسلم دنیا میں تقسیم، ذلت اور شکست خوردگی کی آگ کو بھڑکا دیا ہے اور اس آگ کو کسی صورت بجھایا نہیں جاسکتا جب تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر حکمرانی کو بحال کر کے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اختیار نہیں کی جاتی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ "اور سب مل کر اللہ کی رسی (ہدایت) کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ"** (آل عمران 3:103)۔

لہٰذا مسلمانوں کو نبوت کے طریقے پر خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ قومیت کی دیواریں گر جائیں اور مسلم افواج مظلوم مسلمانوں کی مدد و آزادی کے لیے حرکت میں آجائیں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ختم شد

سوال وجواب: ہندوستان کی طرف سے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے پیچھے کیا مقاصد ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

"امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ نے پاکستانی وزیراعظم عمران خان کو جمعہ کے روز ایک کال پر بتایا کہ یہ ضروری ہے کہ ہندوستان اور پاکستان جموں اور کشمیر پر تناؤ کو باہمی مذاکرات کے ذریعے کم کریں، وائٹ ہاؤس نے ایک بیان میں کہا" (رائٹرز 17/8/2019)۔ ٹرمپ یہ کہتا ہے جبکہ مودی کشمیر کے سرکاری الحاق کو بڑھا چڑھا رہا ہے اور اس کا کہنا یہ ہے کہ اب کشمیر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تنازعہ نہیں رہا۔"ہندوستانی وزیراعظم مودی نے ہندوستان کے جشنِ آزادی کے دن 15/8/2019 کو اپنی تقریر میں کہا کہ اس کی حکومت نے وہ حاصل کر لیا جس میں پچھلی تمام حکومتیں ناکام رہی تھیں "(الشرق الاوسط 16/8/2019)۔ سوال یہ ہے کہ جب ہندوستان کشمیر کو سرکاری طور پر الحاق کر چکا تو پھر مذاکرات کی کیا افادیت رہ جاتی ہے؟ پاکستان نے کشمیر کو آزاد کرانے کیلئے جہاد کے عمل کا انتخاب کیوں نہیں کیا، خصوصاً جب وہ اپنی فوج کے ذریعے یہ کرنے کے قابل بھی ہے؟ اور کیا اس میں امریکہ کا کوئی کردار ہے؟

جزاک اللہ خیراً۔

جواب:

جواب کی وضاحت کیلئے ہم مندرجہ ذیل باتوں پر نظر دوڑاتے ہیں۔1۔ دنیا کے تمام خطوں میں یوریشیا امریکی خارجہ پالیسی سازوں کیلئے سب سے اہم ہے اور امریکہ کی کوشش ہے کہ اس خطے میں اس کا

US Strategists نے ایشیا پیسیفک ممالک کو چین کی بڑھتی بحری قوت کو کمزور کرنے کیلئے استعمال کیا۔انھوں نے برِ صغیر ہند کو یوریشیا میں چین کی بڑھتی طاقت کا مقابلہ کرنے کیلئے استعمال کیا۔اور جب امریکہ ایشیاپیسیفک علاقے میں تائیوان، تھائی لینڈ، ویت نام، فلپائن، جاپان، انڈونیشیا اور آسٹریلیا جیسے ممالک کے ساتھ اتحاد بنا کر اپنی صلاحیتوں کو مضبوط کر رہا تھا، تو اس دوران وہ برِ صغیر ہند میں کوئی خاص اتحاد نہ بنا سکا، خصوصاً ہندوستان سے، جب تک کہ 1990 کے اواخر میں واجپائی کی حکومت نہیں آگئی۔ اور پھر 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے کچھ ہی دیر بعد بش انتظامیہ نے ہندوستان پر دھیان دینا شروع کر دیا

کوئی مدِ مقابل نہ اٹھے۔ امریکہ کے چار ممکنہ مدِ مقابل ہیں: روس، چین، جرمنی اور متوقع خلافت، لیکن فی الوقت امریکہ چین کو اصل مدِ مقابل کے طور پر دیکھتا ہے۔ سوویت یونین کے انہدام کے وقت سے، امریکی حکمتِ عملی بنانے والے چین کو امریکی مفادات کے سب سے بڑے خطرے کے طور پر دیکھتے ہیں۔اور عملی طور پر امریکی حکمتِ عملی بنانے والوں US strategists نے ایشیاپیسیفک ممالک کو چین کی بڑھتی بحری قوت کو کمزور کرنے کیلئے استعمال کیا۔انھوں نے برِ صغیر ہند کو یوریشیا میں چین کی بڑھتی طاقت کا مقابلہ کرنے کیلئے استعمال کیا۔اور جب امریکہ ایشیاپیسیفک علاقے میں تائیوان، تھائی لینڈ، ویت نام، فلپائن، جاپان، انڈونیشیا اور آسٹریلیا جیسے ممالک کے ساتھ اتحاد بنا کر اپنی صلاحیتوں کو مضبوط کر رہا تھا، تو اس دوران وہ برِ صغیر ہند میں کوئی خاص اتحاد نہ بنا سکا، خصوصاً ہندوستان سے، جب تک کہ 1990 کے اواخر میں واجپائی کی حکومت نہیں آگئی۔ 2000 میں صدر کلنٹن کے دورے کے بعد ہندوستان کو دبانے کا سلسلہ ختم ہو گیا اور پھر 11 ستمبر 2001 کے واقعات کے کچھ ہی دیر بعد بش انتظامیہ نے ہندوستان پر دھیان دینا شروع کر دیا۔امریکہ کے بیشتر اعمال ہندوستان اور چین کے درمیان فوجی فرق کو ختم کرنے کے لیے تھے اور امریکی پروگراموں میں سے ہی ایک پروگرام امریکہ کا ہندوستان کے ساتھ جوہری معاہدہ بھی تھا۔

2۔ امریکہ نے دیکھا کہ کشمیر پر پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تناؤ چین کے خلاف برِ صغیر ہند

کی مزاحمت کو کمزور کرتا ہے۔اس تناؤ کو ختم کرنے کے لیے امریکہ نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات کو معمول پر لانے کا عمل شروع کیا اور اس کا ہدف ہندوستانی اور پاکستانی افواج کو کشمیر کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑنے سے روکنا تھا، تاکہ ہندوستان امریکہ کی مدد کے لیے دستیاب ہوسکے اور چین کے ابھرنے کو روکا جاسکے۔امریکہ کا یہ خیال تھا کہ کشمیر کے ہندوستان کے ساتھ الحاق ہوجانے کے بعد امریکہ پاکستانی حکومت پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ کوئی فوجی کاروائی نہ کرے اور معاملات کو مذاکرات کی طرف موڑ دے گا، جس سے وہ اس مسئلے کو دبا دے گا اور فوجی تنازعے جنم نہیں لے گا، بالکل ویسے ہی جیسے فلسطین میں عباس کی حکومت اور اس کے گرد عرب حکومتیں اس یہودی وجود کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہیں کرتیں جو فلسطین کے حصے پر قابض ہے! لہٰذا مودی نے جموں اور کشمیر کے الحاق اور وہاں کی آبادی کو تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا اور پھر آئین میں کشمیر سے متعلق شِق 370 کو ختم کرنے کے مودی کے 5/8/2019 کے کیے گئے فیصلے پر عمل کیا۔اس شِق نے علاقے کو کافی حد تک خودمختاری دی ہوئی تھی۔

یہ شِق کشمیر کو اپنے آئین، الگ جھنڈے اور سوائے خارجہ امور، دفاع اور مواصلات کے، کئی معاملات میں آزادی کی اجازت دیتا تھا۔خاتمے کی قرارداد "تنظیمِ نو" بل کے نام سے پیش کی گئی جو مقبوضہ کشمیر کو دو علاقوں میں تقسیم کرتی ہے: جموں وکشمیر اور لداخ، اور انھیں نئی دہلی میں موجود وفاقی حکومت سے جوڑ دیتی ہے۔ہندوستانی پارلیمنٹ کے ایوانِ بالا، کونسل آف سٹیٹس نے اگلے ہی دن 6/8/2019 کو یہ دستاویز 125 ووٹ حق میں اور 61 ووٹ مخالفت میں، کے ساتھ منظور کر لی۔شِق 35-A جو غیر کشمیریوں کو کشمیر میں جائیداد اور زمین خریدنے سے منع کرتی تھی، ختم کر دی گئی، جس کی بدولت اب دوسری ریاستوں میں موجود ہندو کشمیر میں آ کر جائداد اور زمین خرید سکیں گے اور حکومتی نوکریوں کیلئے درخواستیں دے سکیں گے جس سے اس مسلم اکثریتی علاقے کی آبادی اور ثقافت تبدیل ہو جائے گی۔یعنی اسی طرح جس طرح یہودی وجود نے فلسطین کو جوڑ کر کیا! بالکل جیسے نیتن یاہو کر رہا ہے، جسے امریکہ کی آشیر باد اور وہاں سے اجازت حاصل ہے، ویسے ہی مودی بھی کر رہا ہے، جسے امریکہ کی آشیر باد اور اجازت حاصل ہے۔۔۔یعنی مودی نے امریکی مدد و حمایت سے کشمیر میں نیتن یاہو کے طریقے کو دہرایا ہے۔

امریکہ کا یہ خیال تھا کہ کشمیر کے ہندوستان کے ساتھ الحاق ہوجانے کے بعد امریکہ پاکستانی حکومت پر دباؤ ڈالے گا کہ وہ کوئی فوجی کاروائی نہ کرے اور معاملات کو مذاکرات کی طرف موڑ دے گا، جس سے وہ اس مسئلے کو دبا دے گا اور فوجی تنازعے جنم نہیں لے گا، بالکل ویسے ہی جیسے فلسطین میں عباس کی حکومت اور اس کے گرد عرب حکومتیں اس یہودی وجود کے خلاف کوئی فوجی کارروائی نہیں کرتیں جو فلسطین کے حصے پر قابض ہے! لہٰذا مودی نے جموں اور کشمیر کے الحاق اور وہاں کی آبادی کو تبدیل کرنے کا منصوبہ بنایا اور پھر آئین میں کشمیر سے متعلق شِق370 کو ختم کرنے کے مودی کے 5/8/2019 کے کیے گئے فیصلے پر عمل کیا

3۔ جب ہندوستان نے کشمیر کی خصوصی حیثیت کو ختم کرنے کے حالیہ فیصلے کا اعلان کیا، تو پاکستان کا ردعمل مایوس کن تھا، وہ مذمت کرنے سے آگے نہیں بڑھا۔پاکستان کی وزارتِ خارجہ نے بیان جاری کیا: "پاکستان آج (پیر 5/8/2019) نئی دہلی کی جانب سے کیے گئے اعلان کی پُرزور مذمت اور مسترد کرتا ہے۔ہندوستانی حکومت کی جانب سے کسی قسم کا یکطرفہ قدم اس کی متنازعہ حیثیت ختم نہیں کر سکتا، جیسا کہ اقوامِ متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قراردادوں میں درج ہے۔ پاکستان ان غیر قانونی اقدام کو روکنے کیلئے ہر ممکن اقدام اٹھائے گا" (AFP 5/8/2019)۔ ماسکو میں پاکستانی سفیر قاضی خلیل اللہ نے کہا: "پاکستانی حکومت اس وقت کشمیر میں ہندوستان کے حالیہ اعمال کے سفارتی، سیاسی اور قانونی

جواب تیار کرنے پر دھیان دے رہی ہے۔ ایک مخصوص کمیٹی بنادی گئی ہے جو حکومت کو اس سلسلے میں تجاویز پیش کرے گی"۔ دوسرے الفاظ میں بالکل ویسے جیسے (فلسطین میں) عباس کی حکومت اور گردونواح کے عرب ممالک کرتے ہیں، کہ وہ بغیر افواج کو حرکت میں لائے، فلسطین کی بابرکت زمین میں یہودی جرائم کے خلاف صرف مذمت اور مظاہرے کرتے ہیں، پاکستان نے وہی کردار ادا کیا اور بغیر فوج کو حرکت میں لائے مذمت کی! اس پر یہ کہ انھوں نے امریکہ اور اقوام متحدہ سے معاملات کے حل کیلئے رجوع کیا جبکہ وہی تو دشمن ہیں!

4۔ اس عمل کا ثبوت پاکستانی وزیراعظم عمران خان کی ٹویٹر پر 11/8/2019 کی ٹویٹ سے بھی ملتا ہے جس میں ہندوستان کے عمل کو "ہندوستان میں مسلمانوں پر ظلم اور پھر پاکستان کو نشانہ بنانے اور نسل کشی کے ذریعے کشمیر میں آبادی کی حالت کو تبدیل کرنے کی کوشش" بتایا گیا اور انھوں نے عالمی برادری کی مداخلت کی درخواست کی اور یہ کہ عالمی برادری ہی ہندوستان کو روکنے کی طاقت رکھتی ہے! پاکستان یہ بھول رہا ہے کہ اس کے پاس ہندوستان کو روکنے کیلئے ایک فوج موجود ہے۔۔۔ اور یہ ایک مانی ہوئی بات ہے، ہندوستان نے 26/2/2019 کو کشمیری گروہوں کے کیمپوں پر فضائی حملے کا اعلان کیا تھا اور دعوی کیا تھا کہ "ان کیمپوں میں کئی لوگوں کو ہلاک کیا"۔ یہ اس واقعے کے بعد ہوا جب یہ اعلان کیا گیا کہ کشمیری گروہوں نے کشمیر قابض ہندوستانی فوج کے خلاف ایک آپریشن کیا جس میں 14/2/2019 کو 41 ہندوستانی فوجیوں کو ہلاک کیا گیا تھا۔ ہندوستان کے اس حملے کے اگلے روز پاکستان نے اعلان کیا کہ اس نے دو ہندوستانی ہوائی جہاز مار گرائے ہیں، ایک پائلٹ کو گرفتار کر لیا ہے اور دو ہلاک ہوئے ہیں۔ یہ پاکستانی فوج کی ہندوستان کو روکنے اور شکست دینے کی صلاحیت کو ظاہر کرتا ہے، لیکن پاکستانی حکومت ہندوستان کو روکنے سے متعلق کوئی قدم اٹھانے کے لیے سنجیدہ نہیں بلکہ اس کے برعکس وہ امریکہ کے احکامات پورے کر رہی ہے جس نے دو جہازوں کو گرانے کے معاملے کو ٹھنڈا کرنے کا کہا۔ خبروں میں آیا کہ: "امریکی سیکریٹری خارجہ پومپیو نے ہندوستان کی جانب سے جیش محمد کے کیمپ پر حملے کے بعد اپنے پاکستانی اور ہندوستانی ہم منصبوں سے ٹیلی فون پر بات کی۔ پومپیو نے ایک بیان دیا جس میں دونوں کو پرامن رہنے اور کسی بھی ایسے عمل سے بچنے کا کہا جو معاملے کو بڑھا کر خطرے میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے"۔ پومپیو نے ہندوستان کا ساتھ دیتے ہوئے مزید کہا، "ہندوستان کے فضائی حملے دہشت گردی کے جواب میں تھے اور پاکستان سے کہا کہ وہ اپنے علاقے میں کام کرنے والے دہشت گرد گروہوں کے خلاف سنجیدہ اقدام اٹھائے" (AFP, Reuters 28/2/2019)۔ یہ بیان ہندوستان کی طرف امریکہ کے رجحان اور اس کے اعمال کی حمایت کو ظاہر کرتا ہے، جیسے امریکہ فلسطین میں کرتا ہے جہاں وہ ہمیشہ یہودی وجود کی حمایت کرتا ہے اور ان مسلمانوں کے خلاف تمام اقدامات کی حمایت کرتا ہے جو اپنے ملک کے دفاع اور آزادی کے لیے کام کرتے ہیں۔

> پاکستانی سفیر نے کہا: " پاکستانی حکومت اس وقت کشمیر میں ہندوستان کے حالیہ اعمال کے سفارتی، سیاسی اور قانونی جواب تیار کرنے پر دھیان دے رہی ہے۔ ایک مخصوص کمیٹی بنادی گئی ہے جو حکومت کو اس سلسلے میں تجاویز پیش کرے گی"۔ دوسرے الفاظ میں بالکل ویسے جیسے (فلسطین میں) عباس کی حکومت اور گردونواح کے عرب ممالک کرتے ہیں، کہ وہ بغیر افواج کو حرکت میں لائے، فلسطین کی بابرکت زمین میں یہودی جرائم کے خلاف صرف مذمت اور مظاہرے کرتے ہیں، پاکستان نے وہی کردار ادا کیا اور بغیر فوج کو حرکت میں لائے مذمت کی! اس پر یہ کہ انھوں نے امریکہ اور اقوامِ متحدہ سے معاملات کے حل کیلئے رجوع کیا جبکہ وہی تو دشمن ہیں!

بہر حال، فلسطین میں محمود عباس کی حکومت اور عرب حکومتوں کی طرح پاکستان بھی ہمیشہ امریکہ ہی کی طرف دیکھتا ہے، اس انتظار میں کہ امریکہ مسئلے حل کرنے کیلئے مداخلت کرے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ امریکہ ہندوستان کی طرف جھکاؤ رکھتا ہے۔ واشنگٹن میں پاکستانی سفیر، ماجد خان نے 27/2/2019 کو کہا، "امریکی سیکریٹری خارجہ کے بیان کو ہندوستان کی حمایت کے طور پر سمجھا اور دیکھا گیا اور اس سے ان (ہندوستانیوں) کی مزید حوصلہ افزائی ہوئی ہے"، اور مزید کہا: "شاید امریکہ سے زیادہ کوئی ملک اس حالت میں نہیں کہ کوئی کردار ادا کر سکے" (AFP 28/2/2019)۔ یعنی وہ یہ مانتا ہے امریکی دفتر خارجہ کا بیان ہندوستان کے حق میں ہے لیکن وہ پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ امریکہ ہی کردار ادا کرنے کے قابل ہے! یہ امریکی طریقہ کار ہے کہ وہ انھیں سلامتی کونسل اور اقوامِ متحدہ کے چکر میں رکھتا ہے۔ پاکستانی حکومت نے یہی کیا ہے، اس نے اعلان کیا کہ وہ ہندوستان کے ساتھ تناؤ اور خراب معاملات نہیں چاہتی اور یہ کہ وہ اقوامِ متحدہ کو نئی دہلی کے خلاف ایک باضابطہ احتجاج جمع کروائے گی، نہ زیادہ نہ کم۔ حکومت نے اعلان کیا کہ وہ قاتل ہندوستانی پائلٹ کو ہندوستان کو واپس کر دے گی اور بعد میں واقعی امن پسندی کے طور پر کہنے کے مطابق اسے واپس کر دیا۔ بعد میں جب کشمیر کا الحاق کر لیا گیا تو پاکستان نے "ہندوستان کے کشمیر کی خود مختاری کو ختم کرنے کے فیصلے کے بعد بند دروازوں کے پیچھے کشمیر کی صورتحال پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا ہنگامی اجلاس بلوایا۔۔۔ اقوامِ متحدہ میں پاکستانی مندوب ملیحہ لودھی نے سلامتی کونسل کے

اس موقف سے پتا چلتا ہے پاکستانی حکومت ہندوستان کو روکنے کیلئے فوجی اقدام نہیں لے گی اور اس کے خلاف کوئی سنجیدہ عمل نہیں کرے گی، جس سے ہندوستان کا کشمیر کا خصوصی حیثیت ختم کرنے اور قبضہ کرنے کا فیصلہ مضبوط ہو گا۔ 21/7/2019 کو امریکہ دورے میں عمران خان نے ٹرمپ سے ملاقات کی، اس دورے میں پاکستان آرمی کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجوہ اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل فائز حمید بھی عمران خان کے تھے، دورے کے دوران ٹرمپ نے یہ کہتے ہوئے پاکستان کو افغانستان میں امریکہ کے لیے کردار ادا کرنے کو کہا: وہ امید کرتا ہے کہ پاکستان افغانستان کی 18 سالہ جنگ کو ختم کروانے میں مدد کرے گا۔ اور عمران خان نے فوراً ٹرمپ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے کہا: "میں طالبان سے ملوں گا اور پوری کوشش کروں گا

مخصوص اجلاس میں کشمیر کے مسئلے پر بات چیت کے فیصلے کا خیر مقدم کیا، کہا کہ کشمیر کا مسئلہ عالمی سطح پر اٹھایا جا رہا ہے اور ہم اسے ہندوستان کے ساتھ مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کے لیے تیار ہیں" (العربی الجدید 16/8/2019)!

5۔ اس موقف سے پتا چلتا ہے پاکستانی حکومت ہندوستان کو روکنے کیلئے فوجی اقدام نہیں لے گی اور اس کے خلاف کوئی سنجیدہ عمل نہیں کرے گی، جس سے ہندوستان کا کشمیر کا خصوصی حیثیت ختم کرنے اور قبضہ کرنے کا فیصلہ مضبوط ہو گا۔ 21/7/2019 کو امریکہ دورے میں عمران خان نے ٹرمپ سے ملاقات کی، اس دورے میں پاکستان آرمی کے سربراہ جنرل قمر جاوید باجوہ اور آئی ایس آئی کے ڈائریکٹر جنرل فائز حمید بھی عمران خان کے تھے، دورے کے دوران ٹرمپ نے یہ کہتے ہوئے پاکستان کو افغانستان میں امریکہ کے لیے کردار ادا کرنے کو کہا: وہ امید کرتا ہے کہ پاکستان افغانستان کی 18 سالہ جنگ کو ختم کروانے میں مدد کرے گا۔ اور عمران خان نے فوراً ٹرمپ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے کہا: "میں طالبان سے ملوں گا اور پوری کوشش کروں گا کہ وہ افغان حکومت سے بات کریں"۔ پھر عمران خان نے امریکہ کو خدمات دینے پر فخر کرتے ہوئے کہا: "پاکستانی انٹیلی جنس نے وہ معلومات فراہم کیں جس سے امریکہ نے اسامہ بن لادن کو ڈھونڈا" (رائٹرز 22/7/2019)۔

عمران خان امریکیوں کو یہ سب کچھ دے رہا ہے جبکہ امریکہ پاکستان کے مقابلے میں ہندوستان کی

حمایت کر رہا ہے!۔ جب ہندوستان نے کشمیر مسئلے کے خاتمے کا اعلان کیا، تو اس دوران امریکی دفتر خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا: "ہم ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشمیر اور دیگر معاملات پر مذاکرات کے فروغ کی حمایت کرتے ہیں"(رائٹرز 7/8/2019)۔ امریکہ نے ہندوستان کے اقدام کی تردید نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ یہ کشمیر پر عالمی قراردادوں کے خلاف ہے بلکہ عمران اور اس کی حکومت کا مذاق اڑاتے ہوئے مذاکرات کی بات کی۔ وہ کس مذاکرات کی بات کرتے ہیں جب ہندوستان کشمیر کے الحاق کا اعلان کر چکا ہے؟! یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ مودی اس عمل کی امریکہ سے پہلے اجازت لے چکا تھا اور امریکہ کو بھارت کے اقدام کے پیشگی علم ہونے کا بھی اشارہ کرتا ہے کیونکہ ہندوستان امریکہ سے پوچھے بغیر ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا۔

6۔ ہماری کتاب، "سیاسی مسائل۔ مقبوضہ مسلم ممالک"، جو 2/5/2004 کو شائع ہوئی، میں کشمیر کے معاملے پر یہ بیان کیا گیا ہے:"لہٰذا ہندوستان اور پاکستان پر اثرانداز ہو کر امریکہ ان کے درمیان کشمیر پر ایک سمجھوتہ چاہتا ہے۔ اُس نے اِس مسئلے کے حل کیلئے اپنا بنیادی نقطہ نظر تبدیل کیا ہے جہاں وہ پہلے اس مسئلے کو عالمی بنانا چاہتا تھا لیکن اب وہ فریقین سے دوطرفہ حل چاہتا ہے، تاکہ آزاد کشمیر پاکستان کا ہو جائے اور مقبوضہ کشمیر ہندوستان کا ہو جائے"۔ اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے مطابقت رکھتا ہے جو ہماری کتاب میں درج ہے۔ ہندوستان نے یہ نیا قدم اٹھایا اور ایک ایسی حقیقت بنائی جو کشمیر پر ہندوستانی قبضے کو مضبوط کر دے۔

7۔ چین نے ہندوستان کے اقدام کی مذمت کی، یعنی شق 370 کے خاتمے کا فیصلہ جو "تنظیمِ نو-بل" کے نام سے ہوا جس نے مقبوضہ کشمیر کو دو علاقوں میں تقسیم کیا: جموں وکشمیر اور لداخ، اور دونوں علاقوں کے انتظام کو دہلی کی وفاقی حکومت سے جوڑ دیا۔ خصوصاً لداخ جو کشمیر میں ہے، تبت کے پہاڑی میدانوں کے ساتھ ہے جو چین کے نزدیک ہے۔ ہندوستان نے اس قانون کی منظوری سے پہلے چین سے نہیں پوچھا۔ چینی وزارتِ خارجہ کی ترجمان ہُوا چیننگ(Hua Chunying) نے کہا:"حال میں ہندوستان نے یک طرفہ طور پر ملکی قوانین میں تبدیلی کر کے چین کی علاقائی خودمختاری کو کمزور کیا۔۔۔ اس طرح کے اقدامات ناقابلِ قبول ہیں اور وہ ایسا نہیں کر سکتا"۔ ینگ کا یہ بیان پچھلی پیر کو نئی دہلی کے اس فیصلے کے ردِ عمل میں آیا کہ لداخ کو ایک واحد یونٹ قرار دیا گیا ہے، جس میں ہندوستان کا مغربی سرحدی علاقہ شامل ہے۔ چیننگ نے زور دیا کہ چین نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی ہے کہ ہندوستان ہندوستانی

جب ہندوستان نے کشمیر مسئلے کے خاتمے کا اعلان کیا، تو اس دوران امریکی دفتر خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا:"ہم ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشمیر اور دیگر معاملات پر مذاکرات کے فروغ کی حمایت کرتے ہیں"(رائٹرز 7/8/2019)۔ امریکہ نے ہندوستان کے اقدام کی تردید نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ یہ کشمیر پر عالمی قراردادوں کے خلاف ہے بلکہ عمران اور اس کی حکومت کا مذاق اڑاتے ہوئے مذاکرات کی بات کی۔ وہ کس مذاکرات کی بات کرتے ہیں جب ہندوستان کشمیر کے الحاق کا اعلان کر چکا ہے؟! یہ اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ مودی اس عمل کی امریکہ سے پہلے اجازت لے چکا تھا اور امریکہ کو بھارت کے اقدام کے پیشگی علم ہونے کا بھی اشارہ کرتا ہے کیونکہ ہندوستان امریکہ سے پوچھے بغیر ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا۔

انتظامی ریاست کے نام پر سرحد کے مغربی حصے پر چینی علاقے کو(اپنے اندر) شامل کر لے"(8/8/2019 کا بیان)۔

8۔اس سے ہم یہ خلاصہ نکالتے ہیں:

ا۔ شق 370 کا خاتمہ اور کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ جوڑنے کا عمل، مودی کو امریکہ سے ملنے والی حمایت کی وجہ سے ہے، اس سوچ کے ساتھ کہ(کشمیر کو)ضم کر لینے سے مسلمان کشمیر کو بھول جائیں گے اور پاکستان اور ہندوستان کے درمیان مسائل ختم ہو جائیں گے، چونکہ ابھی دونوں ہی امریکی ایماء پر ساتھ چل رہے ہیں۔امریکہ یہ بھول گیایاہندوستان کے ساتھ مل کر یہ بھولنا چاہتا تھا کہ کشمیر پاکستان کے اور دیگر مسلمانوں کا دل ہے، جیسے کوئی بھی مقبوضہ علاقہ۔۔۔

ب۔ کشمیر کو ہندوستان میں ضم کرنے پر پاکستانی حکومت کی حمایت یا خاموشی کا مطلب پاکستانی مسلمانوں اور ان کی افواج کی خاموشی نہیں، اور اس فوج کی ضرب ہندوستان اچھی طرح جانتا ہے اور دو ہوائی جہازوں کا گرنا ہندوستان کی یادوں میں تازہ ہے۔۔۔یہ فوجی کارروائی اس وقت ہوئی جب عمران کی حکومت فوج کو کشمیر آزاد کروانے کے حملے سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے صرف دفاع کی اجازت تھی، وہ بھی پابندیوں کے ساتھ !تو پھر وہ کیسا سماں ہو گا اگر انہیں جنگ کرنے کے لیے متحرک کر دیا جائے؟ دشمن پھر صرف اپنی تباہی ہی دیکھے گا!

امریکہ یہ بھول گیایاہندوستان کے ساتھ مل کر یہ بھولنا چاہتا تھا کہ کشمیر پاکستان کے اور دیگر مسلمانوں کا دل ہے، جیسے کوئی بھی مقبوضہ علاقہ۔۔۔کشمیر کو ہندوستان میں ضم کرنے پر پاکستانی حکومت کی حمایت یاخاموشی کا مطلب پاکستانی مسلمانوں اور ان کی افواج کی خاموشی نہیں، اور اس فوج کی ضرب ہندوستان اچھی طرح جانتا ہے اور دو ہوائی جہازوں کا گرنا ہندوستان کی یادوں میں تازہ ہے۔۔۔یہ فوجی کارروائی اس وقت ہوئی جب عمران کی حکومت فوج کو کشمیر آزاد کروانے کے حملے سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے صرف دفاع کی اجازت تھی، وہ بھی پابندیوں کے ساتھ !تو پھر وہ کیسا سماں ہو گا اگر انہیں جنگ کرنے کے لیے متحرک کر دیا جائے؟ دشمن پھر صرف اپنی تباہی ہی دیکھے گا!

ج۔ چین نے ہندوستان کے عمل کی مذمت کی۔ چینی وزارتِ خارجہ نے ایک جاری کردہ بیان میں کہا: "ہندوستان کا فیصلہ یک طرفہ ہے اور چین کی علاقائی خود مختاری اور عالمی معاہدوں کی شدید خلاف ورزی ہے۔ بیجنگ ہندوستان کی طرف سے کشمیر کی قانونی حیثیت کو تبدیل کرنے کا یک طرفہ فیصلہ قبول نہیں کرے گا اور یہ فیصلہ ناقابلِ قبول ہے"(انادولو 6/8/2019)۔چین یہ جانتا ہے کہ اس سے خطے میں ہندوستان کی پوزیشن مستحکم ہو گی اور ہندوستان چین سے مقابلہ کر کے اس کے برابر ایک علاقائی طاقت بن سکے گا اور امریکہ چین کی علاقائی طاقت کا مقابلہ کرنے کے لیے یہی کرنا چاہتا ہے۔ خصوصاً جب لداخ چین کے نزدیک تبت کے پہاڑی میدانوں کے ساتھ واقع ہے اور گو کہ اس کی آبادی چھوٹی اور 270000 کے قریب ہے لیکن مسئلہ کشمیر کا اس طرح کا حل اور لداخ کو چین سے پوچھے بغیر ہندوستانی سرحد کے ساتھ ملانے پر چین نے تنقید کی ہے۔ اگر چین ان اقدامات کو قابو کر سکے اور لداخ کی سیاسی صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی سیاسی بصیرت پیدا کر سکے تو وہ امریکی منصوبوں کو شکست دے سکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ لداخ امریکی افواج کیلئے چین کے خلاف محاذ آرائی کا اولین اڈہ بن جائے، جیسے امریکہ چاہتا ہے، یہ

ان کے لیے ایک جال بن سکتا ہے جس میں وہ پھنس جائیں اور باہر نہ نکل سکیں!

9۔ آخر میں، ہماری تباہ کاری کی وجہ مسلم دنیا میں موجود ہمارے حکمران ہیں۔ ہمیں طاقتور بنانے والے محرکات کافی ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ جو ہمارا فخر بحال کر سکیں اور دشمن کو ایسا سبق سکھا سکیں جو ان کی قبروں تک ساتھ جائے گا!۔ لیکن اِن حکمرانوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کو دھوکا دے کر اپنے آقاؤں، استعماری کافر، کے آگے گھٹنے ٹیک دیے ہیں جس کے آگے وہ اللہ رب العالمین سے زیادہ جھکتے ہیں اور وہ اپنی افواج کو ان کے مقبوضہ علاقے آزاد کروانے کیلئے دشمن سے لڑنے سے روکتے ہیں۔۔ پھر یہ حکمران اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل کے برآمدوں میں ذلت ورسوائی کے ساتھ کچھ ٹکڑوں کی بھیک مانگتے ہیں۔۔ کہ شاید کچھ ٹکڑے انھیں بھی مل جائیں! لیکن ان تمام سانحوں کے بعد، فلسطین سے کشمیر اور برماتک کے مقبوضہ مسلم علاقے، روہنگیا کی زمین، مشرقی ترکستان، قفقاز، چیچنیا اور گردونواح اور کریمیا، اور ہر وہ زمین جہاں مؤذن نے تکبیر بلند کی اور پھر اسلام کے دشمنوں نے اس پر قبضہ کر لیا، اللہ کے اذن سے وہ تمام دارالاسلام میں واپس آئیں گے اور اسلام کا جھنڈا بلند ہو گا۔ انھیں وہ امام واپس لائے گا جسے الجُنۃ کہا گیا، خلیفۂ راشد، ان مقبوضہ علاقوں کو اسلام کی مجاہد فوج واپس لائے گی۔۔ جو کوئی اس دنیا میں فخر سے رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں الفردوس حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اپنی آستین چڑھا لے اور خلافت کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر کام کرے، اس کام کو سچائی اور اخلاص کے ساتھ اپنے رگ وجان کا حصہ بنالے۔

پھر یہ حکمران اقوامِ متحدہ اور سلامتی کونسل کے برآمدوں میں ذلت و رسوائی کے ساتھ کچھ ٹکڑوں کی بھیک مانگتے ہیں۔۔ کہ شاید کچھ ٹکڑے انھیں بھی مل جائیں! لیکن ان تمام سانحوں کے بعد، فلسطین سے کشمیر اور برماتک کے مقبوضہ مسلم علاقے، روہنگیا کی زمین، مشرقی ترکستان، قفقاز، چیچنیا اور گردونواح اور کریمیا، اور ہر وہ زمین جہاں مؤذن نے تکبیر بلند کی اور پھر اسلام کے دشمنوں نے اس پر قبضہ کر لیا، اللہ کے اذن سے وہ تمام دارالاسلام میں واپس آئیں گے اور اسلام کا جھنڈا بلند ہو گا۔ انھیں وہ امام واپس لائے گا جسے الجُنۃ کہا گیا، خلیفۂ راشد، ان مقبوضہ علاقوں کو اسلام کی مجاہد فوج واپس لائے گی۔۔ جو کوئی اس دنیا میں فخر سے رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں الفردوس حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اپنی آستین چڑھالے اور خلافت کے لیے کام کرنے والوں کے ساتھ مل کر کام کرے۔

﴿إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ * لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ﴾

"بے شک یہی بڑی کامیابی ہے ۔ ایسی ہی کامیابی کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے"

(الصافات:61-60)

ختم شد

17 ذوالحجۃ 1440 ہجری

18/8/2019 عیسوی

سوال وجواب: اہلِ طاقت سے نُصرت طلب کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

1۔ زیاد ولویل کے سوال:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ شیخ عطاء،

میرا سوال نصرت طلب کرنے سے متعلق ہے: حزب نے متعدد بار یہ درج کیا کہ جب مکہ کے معاشرے نے جواب نہ دیا تو رسول اللہ ﷺ دیگر قبائل سے نصرت طلب کرنے گئے۔

جو درج کیا گیا مجھے اس پر کچھ تحفظات ہیں، اور دیگر لوگوں کو بھی جنھوں نے حزب اور دیگر ذرائع سے اس بارے میں پڑھا کہ نبی ﷺ نے مشرکین کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ کیا وہ انھیں نصرت دینے کی طرف بلا رہے تھے یا اسلام کی طرف بلا رہے تھے، یا پہلے اسلام کی طرف اور پھر نصرت دینے کی طرف؟

اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ قبائل کے سردار مسلمان ہوگئے، تو کیا اس سے یہ مطلب لیا جائے کہ وہ قربانی دینے کیلئے بھی تیار ہوگئے؟ اور کیا یہ ممکن ہے کہ نبی ﷺ ان کے اسلام قبول کرنے کو رد کردیں (اس بناپر کہ انہوں نے نصرت نہیں دی)، وغیرہ؟

2۔ کامل صالح کے سوال:

کیا نبی ﷺ نے کفار سے ان کی کفر کی حالت میں نصرت طلب کی یا انھیں پہلے مسلمان ہونے کا کہا؟

۔ کیا ایک کافر سے نصرت طلب کرنا جائز ہے؟

یہ لگتا ہے کہ میرا سوال واضح نہیں ہے، لہٰذا میں اس کی وضاحت کرتا ہوں:۔

کیا نبی ﷺ نے ان سے نصرت طلب کی جب وہ کفر کی حالت میں تھے یا ان پر پہلے مسلمان ہونے کی شرط عائد کی، اس سے پہلے کہ وہ نصرت دیتے، یا آپ ﷺ کا مقصد فقط نصرت کا حصول تھا، چاہے وہ مسلمان ہوجائیں یا نہ ہوں۔

3۔ فوزی ابراھیم الشوہا کے سوال:

کیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو طائف اور عرب قبائل سے ہی نصرت لینے کا حکم دیا، یا حکم صرف نصرت کا حصول تھا اور مضبوط قبائل کا تعین رسول اللہ ﷺ نے خود کیا؟

وہ اہلِ طاقت لوگ جن سے رسول اللہ ﷺ نے نصرت مانگی، طاقت کے حامل سیاسی قائدین تھے؟ یا وہ فوجی کمانڈر تھے؟ یعنی ان سے نصرت مدینہ میں ان کی سیاسی قدوقامت کی وجہ سے مانگی گئی یا فوجی طاقت کی وجہ سے؟

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے سوالات ایک جیسے ہیں لہٰذا میں ایک ہی جواب دوں گا انشاءاللہ:

1۔ رسول اللہ ﷺ صرف اللہ سبحانہ تعالیٰ کی وحی کی بنیاد پر ہی عمل کرتے تھے، جیسا کہ ہم نے کتاب "اسلامی شخصیت جلد 3" میں "رسول ﷺ کے اعمال" کے باب میں درج کیا: "رسول ﷺ کے اعمال 3 اقسام کے ہیں:

تیسری قسم: وہ اعمال جو نہ تو نبی ﷺ کی انسانی فطرت سے متعلق ہیں اور نہ ان (نبی ﷺ) کیلئے مخصوص ہیں، یعنی دیگر تمام اعمال، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ہمیں ان میں نبی ﷺ کی پیروی کا حکم ہے، اور کوئی اختلاف نہیں کہ وہ شرعی دلائل ہیں، بالکل جیسے آپ ﷺ کے اقوال اور اقرار، لہٰذا ہمیں ان اعمال کے مطابق ہی عمل کرنا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اعمال ایسے ہی سرانجام دیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (**لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ...**) "بے شک تمھارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے"۔ (الاحزاب

21) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (**...إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ...**) " بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعے سے پہنچتا ہے "۔(یونس 15)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (**...قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَى إِلَيَّ مِنْ رَبِّي...**) " آپ (ﷺ) فرمادیجئیے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے"۔(الاعراف:203)

اور اس کی عمومیت صریح، واضح اور ظاہر ہے، لہٰذا اس میں وہ تمام اعمال شامل ہیں جو رسول ﷺ نے کیے، اسی طرح جیسے اس میں ان کے اقوال اور اقرار شامل ہیں۔ لہٰذا، ان تمام اعمال میں رسول ﷺ کی اتباع تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے، جو ان کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی ان کی فطرت سے متعلق ہیں، کیونکہ رسول ﷺ نازل کردہ وحی کے علاوہ کسی پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن رسول ﷺ کی اتباع کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہر عمل پر عمل کرنا فرض ہے، بلکہ اس کا مطلب عمل کے لحاظ سے اس کی پیروی کرنا فرض ہے۔ لہٰذا اگر ایک عمل واجب ہے تو اس پر عمل واجب ہے، اگر ایک عمل مندوب ہے تو اس پر عمل مندوب ہے اور اگر ایک عمل مباح ہے تو اس کو کرنا مباح ہے۔ لہٰذا اتباع اس حیثیت سے واجب ہے کہ جس حیثیت سے حکم کیا گیا ہے اور یہ رسول ﷺ کے زبانی حکم پر عمل کرنے کی طرح ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، (**...فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**) " سو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی (جو کہ بواسطہ رسول ﷺ کے پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہیے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت (نہ) آن پڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل (نہ) ہو جائے"۔(النور 63)۔ جو کہ رسول ﷺ کے اطاعت کی فرضیت پر دلیل ہے، کہ جس چیز کا وہ حکم دیں، لیکن یہ آیت رسول اللہ ﷺ نے جو بھی حکم دیا ہے اس کو لازماً ادا کرنے کی طرف دلالت نہیں کرتی بلکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حکم کو اس طرح سے ادا کیا جائے کہ جس طرح یہ حکم دیا گیا۔ لہٰذا اگر انھوں نے فرضیت کے ساتھ حکم دیا، تو عمل کی ادائیگی فرض ہے، اور اگر انھوں نے مستحب طور پر حکم دیا تو عمل کی ادائیگی مستحب ہے اور اگر انھوں نے اجازت کے طور پر حکم دیا تو عمل کی ادائیگی جائز ہے، پس آپ ﷺ کے افعال کی اطاعت اس طرح سے فرض ہے۔۔۔)

ان تمام اعمال میں رسول ﷺ کی اتباع تمام مسلمانوں کیلئے لازم ہے، جو ان کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی ان کی فطرت سے متعلق ہیں، کیونکہ رسول ﷺ نازل کردہ وحی کے علاوہ کسی پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن رسول ﷺ کی اتباع کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہر عمل پر عمل کرنا فرض ہے، بلکہ اس کا مطلب عمل کے لحاظ سے اس کی پیروی کرنا فرض ہے۔ لہٰذا اگر ایک عمل واجب ہے تو اس پر عمل واجب ہے، اگر ایک عمل مندوب ہے تو اس پر عمل مندوب ہے اور اگر ایک عمل مباح ہے تو اس کو کرنا مباح ہے۔ لہٰذا اتباع اس حیثیت سے واجب ہے کہ جس حیثیت سے حکم کیا گیا ہے اور یہ رسول ﷺ کے زبانی حکم پر عمل کرنے کی طرح ہے۔

2۔ لہٰذا رسول ﷺ کا نصرت کا حصول اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہی حکم سے تھا، جو معاشرے سے تفاعل کے دور کے آخر میں تھا جب نبوت کے دسویں سال میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف دشمنی بڑھ گئی۔

عیون الاثر میں درج ہے: "قتادہ نے کہا: خدیجہؓ ہجرت سے 3 سال پہلے مکہ میں وفات پا گئیں۔ وہ رسول ﷺ

پر سب سے پہلے ایمان لائی تھیں، پھر کہا۔۔۔ پھر خدیجہ بنت خویلدؓ اور ابو طالب ایک ہی سال میں وفات پائے؛ دو غمگین واقعات رسول ﷺ پر آن پڑے: خدیجہؓ اور ابو طالب کی وفات۔ خدیجہؓ اسلام میں ایک وفادار مددگار اور رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے والی تھیں۔ انھوں (قتادہ) نے کہا: زیاد بکائی نے ابنِ اسحاق سے روایت کیا: خدیجہ اور ابو طالب ایک سال میں وفات پائے اور یہ نبی ﷺ پر وحی کا دسواں سال تھا، اور نبی ﷺ کی مدینہ میں ہجرت سے 3 سال قبل تھا۔ ابنِ قتیبہ نے ذکر کیا کہ خدیجہ ابوطالب کی وفات سے 3 دن بعد وفات پائیں۔ بیہقی نے بھی یہی ذکر کیا۔" اختتام

- واقدی نے بیان کیا: "خدیجہ کی وفات ابوطالب کی وفات کے 35 راتوں بعد ہوئی، اور اس کے الٹ بھی کہا گیا، لہٰذا جب ابوطالب فوت ہوئے تو قریش نے رسول ﷺ سے ایسے برے طریقے سے برتاؤ اور بے عزتی کرنی شروع کر دی جس کی ہمت ان میں ان کے چچا کی زندگی میں نہ تھی۔ ایک دن قریش کے ایک بے وقوف نوجوان نے رسول ﷺ کے سر پر مٹی ڈال دی، رسول اللہ ﷺ گھر گئے، اس حال میں کہ ان کا سر مٹی سے اَٹا ہوا تھا۔ ان کی ایک بیٹی اسے صاف کرتے ہوئے روتی رہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لا تبك يا بُنَيَّةُ فَإِنَّ اللَّهَ مَانِعٌ أَبَاكِ» وَيَقُولُ بَيْنَ ذَلِكَ: «مَا نَالَتْ مِنِّي قُرَيْشٌ شَيْئاً أَكْرَهُهُ حَتَّى مَاتَ أَبُو طَالِبٍ» مت رو بیٹی، اللہ تمھارے باپ کی حفاظت کرے گا"۔ ساتھ ساتھ یہ فرماتے جا رہے تھے: قریش نے میرے ساتھ کبھی ناپسندیدہ سلوک نہیں کیا جب تک کہ ابوطالب فوت نہیں ہو گئے"۔ 3۔ ان مشکل حالات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے رسول کو دو بڑے واقعات سے نوازا – اسراء والمعراج اور دعوت کی حفاظت اور ریاست کے قیام کیلئے قبائل کے اہلِ طاقت سے نصرت مانگنے کی اجازت۔ الاسراء والمعراج ابھی ہمارا موضوع نہیں۔ جہاں تک نصرت کا تعلق ہے تو اس کا آغاز طائف سے ہوا جنھوں نے جواب نہیں دیا، بلکہ انھوں نے آپ ﷺ کے پیچھے اوباش لگا دیے۔ اس کے بعد نصرت کا کام جاری رہا۔

> رسول اللہ ﷺ طاقت اور حفاظت رکھنے والے لوگوں سے نصرت مانگتے تھے، یعنی بڑے، مضبوط قبائل کے سرداروں سے، نہ کہ چھوٹے (قبائل) سے، اور نصرت طلب کرنے سے پہلے وہ انھیں اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ اگر وہ قبول کرتے تو آپ ﷺ نصرت طلب کرتے جو واضح اور براہِ راست طور پر ایک ایسی ریاست کے قیام کیلئے ہوتی تھی جو اللہ کے نازل کردہ سے حکومت کرے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اور یہی وجہ تھی کہ کچھ نے شرط لگائی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت ان کی ہو گی اور دیگر نے شرط لگائی کہ وہ عربوں سے تو لڑیں گے مگر فارس سے نہیں۔

رسول اللہ ﷺ طاقت اور حفاظت رکھنے والے لوگوں سے نصرت مانگتے تھے، یعنی بڑے، مضبوط قبائل کے سرداروں سے، نہ کہ چھوٹے (قبائل) سے، اور نصرت طلب کرنے سے پہلے وہ انھیں اسلام کی طرف بلاتے تھے۔ اگر وہ قبول کرتے تو آپ ﷺ نصرت طلب کرتے جو واضح اور براہِ راست طور پر ایک ایسی ریاست کے قیام کیلئے ہوتی تھی جو اللہ کے نازل کردہ سے حکومت کرے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے، اور یہی وجہ تھی کہ کچھ نے شرط لگائی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد حکومت ان کی ہو گی اور دیگر نے شرط لگائی کہ وہ عربوں سے تو لڑیں گے مگر فارس سے نہیں۔ مزید تفصیلات یوں ہیں۔

ابنِ کثیر کی کتاب السیرۃ النبوی 2/155

- الحافظ ابو نعیم نے عبداللہ بن اَجلح اور یحییٰ بن سعید اموی سے روایت کیا، جنھوں نے محمد بن سائب کلبی سے، انھوں نے ابو صالح سے، انھوں نے ابنِ عباس سے روایت کیا کہ عباس نے کہا: "رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے کہا، "میں آپ اور آپ کے بھائی کے پاس کوئی حفاظت نہیں پاتا۔ لہٰذا کیا آپ میرے ساتھ بازار چلو گے تاکہ میں فوراً لوگوں کے قبائل کا حال جان سکوں"۔ (بازار) وہ جگہ تھی جہاں عرب اکٹھے ہوتے تھے۔۔۔ ابنِ عباس بیان کرتے ہیں: لہٰذا میں (عباسؓ) نے کہا: "یہ کندہ ہے، اور یہ یمن سے سفر کرنے والوں میں بہترین (قبیلہ) ہیں، اور یہ بکر بن وائل کا ڈیرہ ہے اور یہ بنی عامر بن صعصعہ، تو خود فیصلہ کر لیں۔ عباسؓ نے کہا: وہ کندہ سے شروع ہوئے اور کہا: "تم کون سے قبیلے سے ہو؟" انھوں نے کہا: یمن کے لوگوں سے۔ آپ ﷺ نے کہا: "کون سے یمن سے؟" انھوں نے کہا: "کندہ سے"، آپ ﷺ نے کہا: "کندہ کے کس خاندان سے؟" انھوں نے کہا: "بنی عمر بن معاویہ"۔ آپ ﷺ نے کہا: "کیا تم خیر کی بات سننا چاہو گے؟" انھوں نے کہا: وہ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: **»تشھدون أن لا إله إلا الله وتقيمون الصلاة وتؤمنون بما جاء من عند الله«** "کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز ادا کرو اس پر ایمان لاؤ جو اللہ کی طرف سے آیا ہے"۔ عبداللہ بن الاَجلح نے کہا: "تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر ہم تمھیں تمھارے معاملے (دین) پر بیعت دے دیں پھر اللہ تمھیں تمھارے دشمنوں پر غلبہ عطا کرے، تو کیا تمھارے بعد حکمرانی ہماری ہو گی؟" نبی ﷺ نے جواب دیا، **»إن الملك لله يجعله حيث يشاء«** "یہ اللہ کا معاملہ ہے وہ جسے چاہے دے"۔ انھوں (بنو کندہ) نے کہا: "ہمیں تمھارا معاملہ (دین) نہیں چاہیے"۔

آپ ﷺ نے کہا: "کیا تم خیر کی بات سننا چاہو گے؟" انھوں نے کہا: وہ کیا بات ہے؟ آپ ﷺ نے کہا: **»تشھدون أن لا إله إلا الله وتقيمون الصلاة وتؤمنون بما جاء من عند الله«** "کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز ادا کرو اس پر ایمان لاؤ جو اللہ کی طرف سے آیا ہے"۔ عبداللہ بن الاَجلح نے کہا: "تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر ہم تمھیں تمھارے معاملے (دین) پر بیعت دے دیں پھر اللہ تمھیں تمھارے دشمنوں پر غلبہ عطا کرے، تو کیا تمھارے بعد حکمرانی ہماری ہو گی؟" نبی ﷺ نے جواب دیا، **»إن الملك لله يجعله حيث يشاء«** "یہ اللہ کا معاملہ ہے وہ جسے چاہے دے"۔ انھوں (بنو کندہ) نے کہا: "ہمیں تمھارا معاملہ (دین) نہیں چاہیے"۔

علیؓ نے کہا: "پھر ہم ایک معزز محفل میں پہنچے جہاں اعلیٰ مرتبے اور نفاست کے کئی بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ ابو بکرؓ ان کے پاس گئے اور ان سے ملے۔ علیؓ نے کہا: ابو بکرؓ ہمیشہ اچھے اعمال میں پہل کرنے والے تھے۔ ابو بکرؓ نے ان سے کہا: تم لوگ کہاں سے ہو؟ انھوں نے کہا: بنو شعبان بن ثعلبة کے قبیلے سے۔ ابو بکرؓ رسول اللہ ﷺ کی طرف مڑے اور کہا: "میرے والدین آپ پر قربان جائیں! ان کے قبیلے میں ان سے زیادہ معزز کوئی نہیں!" ان میں مفروق بن عمرو، ھانئ بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثة اور نعمان بن شریک شامل تھے۔ ان میں سے ابو بکر کے قریب ترین مفروق بن عمرو تھا جو ان کے قبیلے کا سب سے زبردست مقرر تھا۔ اس کے بالوں کی دو لڑیاں تھیں جو اس کے سینے تک آتی تھیں اور وہ ابو بکرؓ کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔۔۔ مفروق نے کہا: کیا تم قریش سے نہیں؟ ابو بکرؓ نے کہا: اگر تمھیں بتا دیا جائے کہ قریش میں موجود اللہ کے رسول یہی ہیں، تو پھر؟ مفروق نے کہا: یہ خبر ہم تک پہنچ چکی ہے۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف مڑا اور کہا: اے ہمارے قریشی بھائی! تم کس چیز کی

طرف بلا رہے ہو؟رسول اللہ ﷺ آگے آ کر بیٹھ گئے اور ابو بکرؓ کھڑے ہو کر آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے کہا:**«أدعوكم إلى شهادة أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأني رسول الله، وأن تؤووني وتنصروني حتى أؤدي عن الله الذي أمرني به، فإن قريشا قد تظاهرت على أمر الله، وكذبت رسوله، واستغنت بالباطل عن الحق، والله هو الغني الحميد...»**..."میں تمھیں اس شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔اور یہ کہ تم مجھے حفاظت اور نصرت دو تاکہ میں وہ پیغام پہنچادوں جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔بے شک قریش اللہ کے دین کے خلاف ہو گئے ہیں؛انھوں نے اس کے رسول پر جھوٹ باندھا اور حق کے مقابلے میں باطل پر اطمینان کیا،لیکن اللہ الغنی اور تمام حمد کے لائق ہے۔۔۔"

اس پر مفروق نے مزید پوچھا:"تم ہمیں مزید کس چیز کی دعوت دے رہے ہو اے قریشی بھائی؟ اللہ کی قسم یہ اہلِ زمین کا قول نہیں،کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اسے ضرور پہچان لیتے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:(**إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي، يعظكم لعلكم تذكرون**)"بے شک اللہ تعالیٰ اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور ظلم کرنے سے منع فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تم کو اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو"۔(النحل90)

> رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ بنو شعبان بن ثعلبۃ کے مفروق بن عمرو سے فرمایا: "میں تمھیں اس شہادت کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس کا رسول ہوں۔اور یہ کہ تم مجھے حفاظت اور نصرت دو تاکہ میں وہ پیغام پہنچادوں جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔بے شک قریش اللہ کے دین کے خلاف ہو گئے ہیں؛انھوں نے اس کے رسول پر جھوٹ باندھا اور حق کے مقابلے میں باطل پر اطمینان کیا،لیکن اللہ الغنی اور تمام حمد کے لائق ہے۔۔۔"اس پر مفروق نے مزید پوچھا:"تم ہمیں مزید کس چیز کی دعوت دے رہے ہو اے قریشی بھائی؟اللہ کی قسم یہ اہلِ زمین کا قول نہیں،کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اسے ضرور پہچان لیتے۔

مفروق نے کہا: "اے قریشی!اللہ کی قسم تم بہترین اخلاق اور خوبصورت ترین اعمال کی دعوت دے رہے ہو۔بے شک وہ قوم جو تمھیں ٹھکرا دے اور تمھارے خلاف دوسروں کی حمایت کرے وہ جھوٹوں کا ٹولا ہے"۔

مفروق نے پھر ھانی بن قبیصۃ کو اس گفتگو میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا۔اس نے ھانی کو یہ کہہ کر متعارف کروایا،" یہ ھانیٔ بن قبیصہ ہیں۔یہ ہمارے بڑے اور ہمارے دینی معاملات کے سرپرست ہیں"۔پھر ھانی نے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:"ہمارے پیچھے گھروں میں لوگ ہیں جو یہ ناپسند کریں گے کہ ہم ان سے مشورہ کیے بغیر کوئی معاہدہ کر لیں۔لہٰذا آپ بھی واپس جائیں اور ہم بھی واپس جاتے ہیں۔۔۔"ھانی نے پھر مثنیٰ بن حارثہ کو گفتگو میں شامل کرنا چاہا۔اس نے مثنیٰ کو یہ کہہ کر متعارف کروایا،" یہ مثنیٰ بن حارثہ ہیں۔یہ ہمارے بڑے اور ہمارے فوجی معاملات کے سرپرست ہیں"۔رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے مثنیٰ نے کہا،"قریشی بھائی!میں نے آپ کی بات سنی ہے۔مجھے آپ کی بات پسند آئی کیونکہ یہ میرے دل کو لگی ہے۔لیکن آپ کو میرا

جواب بھی وہی ہو گا جو ھانئ بن قبیصہ نے دیا، ہم دو ملکوں کی سرحدوں کے درمیان رہتے ہیں۔ یہ یمامہ ہے اور دوسرا سماوہ ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا، **»وما هذان الصريان؟«** "تم کن دو ملکوں کی سرحدوں پر رہتے ہو؟"

اس نے جواب دیا، "ہمارے ایک طرف زمین ہے، اونچی پہاڑیاں اور عرب کے پہاڑ ہیں جبکہ دوسری طرف فارس کی زمین اور کسریٰ کے دریا ہیں۔ کسریٰ نے ہمیں اس شرط پر وہاں رہنے کی اجازت دی کہ ہم کچھ نیا نہ شروع کر دیں اور کسی نئی تحریک شروع کرنے والے کا ساتھ نہ دیں۔ اس کا قوی امکان ہے کہ فارس کے بادشاہ وہ پسند نہیں کریں گے جس کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو۔ عربوں کی زمین میں یہ رائج ہے کہ غلطی کرنے والے کو معاف کر دیا جائے اور اس کے جواز کو قبول کیا جائے؛ فارس کی زمین میں یہ رائج ہے کہ غلطی کرنے والے کو معافی نہیں ملتی اور نہ ہی اس کا جواز قبول کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں اور عربوں کے خلاف آپ کی مدد کریں، تو یہ ذمہ داری ہم قبول کر سکتے ہیں (لیکن ہم فارس کی مخالفت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے)"۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا، **»ما أسأتم الرد إذ أفصحتم بالصدق، إنه لا يقوم بدين الله إلا من حاطه من جميع جوانبه«** "تمھارا جواب برا نہیں کیونکہ تم نے سچی بات کی، لیکن اللہ کے دین کو وہی لوگ محکم کر سکتے ہیں جو اسے ہر جانب سے محفوظ رکھیں"۔

مثنیٰ بن حارثہ نے کہا: "اس کا قوی امکان ہے کہ فارس کے بادشاہ وہ پسند نہیں کریں گے جس کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو۔ عربوں کی زمین میں یہ رائج ہے کہ غلطی کرنے والے کو معاف کر دیا جائے اور اس کے جواز کو قبول کیا جائے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں اور عربوں کے خلاف آپ کی مدد کریں، تو یہ ذمہ داری ہم قبول کر سکتے ہیں (لیکن ہم فارس کی مخالفت کی ذمہ داری نہیں لے سکتے)"۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: "تمھارا جواب برا نہیں کیونکہ تم نے سچی بات کی، لیکن اللہ کے دین کو وہی لوگ محکم کر سکتے ہیں جو اسے ہر جانب سے محفوظ رکھیں"۔ سیرت ابنِ ہشام 289/2: (نبی ﷺ کا قبیلہ عامر بن صعصعہ سے نصرت طلب کرنا)۔

سیرت ابنِ ہشام 289/2: (نبی ﷺ کا قبیلہ عامر بن صعصعہ سے نصرت طلب کرنا)۔

ابنِ اسحاق نے کہا: زھری نے مجھے بتایا کہ "نبی ﷺ (قبیلہ) عامر بن صعصعہ کے پاس آئے اور انھیں اللہ کی طرف دعوت دی اور ان سے حفاظت مانگی۔ ان میں سے ایک شخص جس کا نام بحیرہ بن فراس تھا، ابنِ ہشام کے مطابق فراس بن عبد اللہ بن سلمہ (الخیر) ابن قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ تھا، آپ ﷺ کو مخاطب کر کے بولا: "اللہ کی قسم میں عربوں پر غالب آ جاؤں گا اگر میں صرف اس قریشی نوجوان کے ساتھ مل جاؤں۔ اگر ہم اس معاملے میں تمھاری مدد کریں اور پھر اللہ تمھیں تمھارے مخالفین پر فتح دے دے، تو کیا تم اپنے بعد اپنا معاملہ (اتھارٹی) ہمیں دے دو گے؟" »اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: **الْأَمْرُ إِلَى اللهِ يَضَعُهُ حَيْثُ يَشَاءُ**« "یہ اللہ کا معاملہ ہے، وہ جسے چاہے دے"۔

یہ نبی ﷺ کا جواب تھا۔ لہٰذا بنو عامر بن صعصعہ نے یہ کہہ کر انکار کیا، "ہم تمھاری طرف آنے والے ہر خطرے کے سامنے اپنی گردنیں رکھیں اور جب اللہ تمھیں کامیابی دے تو یہ معاملہ کسی اور کے پاس چلا جائے؟ نہیں، ہمیں تمھارے معاملے کی ضرورت نہیں"۔

آخر کار، عقبہ کی دوسری بیعت آئی اور یہ واضح تھا کہ یہ بیعت ان مسلمانوں نے دی جن کو اسلام سکھانے کیلئے مصعب نے کچھ وقت لگایا۔ پھر ہی عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی، ہجرت ہوئی اور ریاست کا قیام ہوا۔ مزید وضاحت کیلئے:

- سیرت ابنِ ہشام میں مذکور ہے، اور حدائق الانور میں اور سیرت کی دیگر کتابوں میں بیان کیا گیا کہ،

"حج کے موسم میں مصعب (مدینہ سے) مکہ واپس لوٹے، اور انصار میں سے کچھ مسلمان تھے جو اپنے قبیلے کے کچھ مشرکین کے ساتھ حج کرنے آئے تھے۔ انھوں نے ایام تشریق (قربانی کے بعد 3 دن) میں رات کے وقت نبی ﷺ سے عقبہ کے مقام پر ایک پہاڑی پر ملاقات کی حامی بھری، جب اللہ نے ان کو عزت دینے، اپنے نبی ﷺ کی مدد کرنے اور اسلام کو مضبوط کرنے کا ارادہ کیا۔۔۔ کعب بن مالک نے کہا: "پھر ہم حج کرنے کی غرض سے باہر نکلے، ہماری ایامِ تشریق میں عقبہ کے مقام پر نبی ﷺ سے ملاقات طے ہوئی تھی۔ انھوں نے کہا: جب ہم نے حج کی رسومات مکمل کرلیں اور وہ رات آپہنچی جس پر نبی ﷺ سے ملنے کا وعدہ تھا۔۔۔ ہم اس رات اپنے خیموں میں اپنے لوگوں کے ساتھ ہی سوئے یہاں تک کہ جب ایک تہائی رات گزر گئی؛ ہم انتہائی خاموشی سے نبی ﷺ سے ملاقات کیلئے نکلے یہاں تک کہ عقبہ کے قریب راستہ ختم ہوا۔ ہم 73 مرد اور 2 عورتیں

> آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت کی اور اللہ کی طرف بلایا اور اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی اور پھر کہا: **«أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ »** "کیا تم اس چیز پر میری بیعت کرنے کو تیار ہو کہ تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے تم اپنے عورتوں بچوں کی کرتے ہو"۔ براء بن معرور نے ان کا ہاتھ تھاما اور کہا، "جی ہاں! اللہ کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا، ہم ہر اس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے جس سے ہم اپنی (یا اپنی عورتوں کی) حفاظت کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول، ہم پر بھروسہ رکھیں، ہم شدید جنگجو ہیں اور جنگ میں قابلِ اعتماد ہیں؛ یہ صفت ہمیں اپنے آباؤاجداد سے ملی ہے"۔

تھے۔۔۔ اس نے کہا: ہم اکٹھے ہو کر گھاٹی میں رسول اللہ ﷺ کا انتظار کر رہے تھے۔۔۔ اس نے کہا: پھر رسول اللہ ﷺ نے کلام کیا، آپ ﷺ نے قرآن کی تلاوت کی اور اللہ کی طرف بلایا اور اسلام پر قائم رہنے کی تلقین کی اور پھر کہا: **»أُبَايِعُكُمْ عَلَى أَنْ تَمْنَعُونِي مِمَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسَاءَكُمْ وَأَبْنَاءَكُمْ«** "کیا تم اس چیز پر میری بیعت کرنے کو تیار ہو کہ تم ہر اس چیز سے میری حفاظت کرو گے جس سے تم اپنے عورتوں بچوں کی کرتے ہو"۔ براء بن معرور نے ان کا ہاتھ تھاما اور کہا، "جی ہاں! اللہ کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا، ہم ہر اس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے جس سے ہم اپنی (یا اپنی عورتوں کی) حفاظت کرتے ہیں۔ اے اللہ کے رسول، ہم پر بھروسہ رکھیں، ہم شدید جنگجو ہیں اور جنگ میں قابلِ اعتماد ہیں؛ یہ صفت ہمیں اپنے آباؤاجداد سے ملی ہے"۔ پھر ابو ھیثم بن تیھان نے بات کاٹتے ہوئے کہا، "اے اللہ کے رسول، ہمارے دوسرے لوگوں سے تعلقات ہیں (اس کا مطلب یہود تھا) اور ہم ان سے دشمنی مول لے رہے ہیں۔ اگر ہم یہ کرلیں اور اللہ آپ کو طاقت اور فتح عنایت کردے، تو ایسا تو نہیں ہو گا کہ آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے لوگوں کے پاس واپس چلے جائیں گے؟" **«فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ، ثُمَّ قَالَ: بَلْ الدَّمَ الدَّمَ، وَالْهَدْمَ الْهَدْمَ، أَنَا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مِنِّي، أُحَارِبُ مَنْ حَارَبْتُمْ، وَأُسَالِمُ مَنْ سَالَمْتُمْ...»** نبی ﷺ مسکرائے اور فرمایا: "تمھارا خون میرا خون ہے، میری

قبر تمھاری قبر کے ساتھ ہی ہے، تم مجھ میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں۔ میں اس سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے۔۔۔"۔

ابن اسحاق نے کہا: عبادہ بن ولید بن عبادہ بن الصامت نے مجھے بتایا، جنھیں ان کے والد ولید نے، انھیں اس کے دادا عبادہ بن صامت نے بتایا جو ایک سردار تھے، کہ: **بَايَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم بَيْعَةَ الْحَرْبِ - وَكَانَ عُبَادَةُ مِنْ الِاثْنَيْ عَشَرَ الَّذِينَ بَايَعُوهُ فِي الْعَقَبَةِ الْأُولَى عَلَى بَيْعَةِ النِّسَاءِ - عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي عُسْرِنَا وَيُسْرِنَا وَمَنْشَطِنَا وَمَكْرَهِنَا، وَأَثَرَةٍ عَلَيْنَا، وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ، وَأَنْ نَقُولَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا، لَا نَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ...**"ہم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی جو جنگ کی بیعت تھی- اور عبادہ ان 12 لوگوں میں تھے جنھوں نے عقبہ اولیٰ میں بیعت النساء کے موقع پر بھی آپ ﷺ کی بیعت کی تھی-(جنگ کی بیعت) اس امر پر تھی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے، آسانی میں اور مشکل میں، پسندیدگی میں اور ناپسندیدگی میں، اور ہم دوسرے مسلمانوں پر خود کو ترجیح نہیں دیں گے، اور اہلِ اختیار سے تنازع نہیں کریں گے، اور جہاں بھی ہوں حق بات کہیں گے، اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔۔۔" اختتام۔

4۔ لہٰذا عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی، یعنی اسلام کے

لہٰذا عقبہ کی دوسری بیعت ہوئی، یعنی اسلام کے بعد نصرت کی بیعت، اس کے بعد کہ اسلام مدینہ میں پھیل گیا تھا، جس کے بعد ہجرت ہوئی اور پھر ریاست کا قیام ہوا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو نبوت کے دسویں سال نصرت مانگنے کا حکم ہوا یعنی عقبہ کی بیعت سے 3 سال قبل، کیونکہ اطاعت کی یہ دوسری بیعت نبوت کے تیرھویں سال حج کے موسم میں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نصرت مانگنے کے اعمال نبی ﷺ پر وحی کیے گئے، یعنی قبائل میں اہلِ نصرت کی تلاش اور ان سے نصرت مانگنا۔ لہٰذا جب مصعب بن عمیر نے انھیں مدینہ کے متعلق آگاہ کیا اور 73 مرد اور 2 عورتوں نے آکر بیعتِ عقبہ ثانی پر بیعت دی۔ نبی ﷺ نے جائزہ لیا کہ مدینہ ان کو نصرت دینے کے معیار پر پورا اترتا تھا تاکہ ریاست کو قائم کیا جائے اور اسلام اور مسلمانوں کو عظمت بخشی جائے۔

بعد نصرت کی بیعت، اس کے بعد کہ اسلام مدینہ میں پھیل گیا تھا، جس کے بعد ہجرت ہوئی اور پھر ریاست کا قیام ہوا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو نبوت کے دسویں سال نصرت مانگنے کا حکم ہوا یعنی عقبہ کی بیعت سے 3 سال قبل، کیونکہ اطاعت کی یہ دوسری بیعت نبوت کے تیرھویں سال حج کے موسم میں ہوئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نصرت مانگنے کے اعمال نبی ﷺ پر وحی کیے گئے، یعنی قبائل میں اہلِ نصرت کی تلاش اور ان سے نصرت مانگنا۔ لہٰذا جب مصعب بن عمیر نے انھیں مدینہ کے متعلق آگاہ کیا اور 73 مرد اور 2 عورتوں نے آکر بیعتِ عقبہ ثانی پر بیعت دی ۔نبی ﷺ نے جائزہ لیا کہ مدینہ ان کو نصرت دینے کے معیار پر پورا اترتا تھا تاکہ ریاست کو قائم کیا جائے اور اسلام اور مسلمانوں کو عظمت بخشی جائے۔ اس کے باوجود، رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت نہیں کی جب تک اللہ نے انھیں دار ہجرۃ دکھا نہیں دیا اور ہجرت کی اجازت نہیں دے دی، جیسا کہ بخاری میں درج ہے: "ابنِ شہاب نے کہا: عروہ بن زبیر نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنھا، نبی ﷺ کی زوجہ نے کہا: جب میں اس عمر کو پہنچی کہ چیزیں یاد رکھ سکتی تھی، تو اس وقت سے میں نے اپنے والدین کو اسلام کے درست عقیدے کے مطابق عبادت کرتے پایا۔ ایک دن ایسا نہیں گزرا جب رسول اللہ ﷺ صبح اور شام دونوں اوقات میں ہمیں ملنے نہ آئے ہوں۔ اس وقت

رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہی تھے اور اپنے اصحاب سے کہتے تھے، »إِنِّي أُرِيتُ دَارَ هِجْرَتِكُمْ، ذَاتَ نَخْلٍ بَيْنَ لاَبَتَيْنِ« "مجھے تمھاری ہجرت کی جگہ دکھا دی گئی ہے۔ اس میں کھجور کے درخت ہیں جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہیں"۔

لہٰذا جب نبی ﷺ نے یہ ذکر کیا تو کچھ صحابہؓ مدینہ ہجرت کر گئے، اور کچھ جو حبشہ ہجرت کر گئے تھے وہ مدینہ آ گئے۔ جب ابو بکرؓ نے ہجرت کی تیاری کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا، »عَلَى رِسْلِكَ، فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ يُؤْذَنَ لِي« "انتظار کرو، کہ مجھے ہجرت کی اجازت ملنے کی امید ہے"۔ ابو بکرؓ نے کہا، "میرے والد آپؐ پر قربان، کیا آپ کو واقعی امید ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا۔۔۔ابنِ ہشام نے روایت کیا کہ عائشہؓ نے کہا: 'ایک دن جب ہم دوپہر کو اپنے گھر بیٹھے تھے، کسی نے ابو بکر سے کہا، "وہ (دیکھو) رسول اللہ ﷺ، اپنا سر اور چہرے کا ایک حصہ کپڑے سے ڈھانپے ایسے وقت پر آ رہے ہیں جب وہ کبھی نہیں آتے"۔ ابو بکرؓ نے کہا، "میرے والد اور والدہ آپؐ پر قربان (یا نبی)! یقیناً کوئی اہم معاملہ آپ کو اس وقت یہاں لے آیا ہے"۔ نبی ﷺ آئے اور داخل ہونے کی اجازت چاہی جو دے دی گئی۔ نبی ﷺ داخل ہوئے اور ابو بکرؓ سے کہا، «أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ» "جو آپ کے ساتھ ہیں، انھیں باہر جانے کے لیے کہو"۔ ابو بکرؓ نے جواب دیا، "(یہاں کوئی اجنبی نہیں) یہ آپ کا خاندان ہے۔ میرے والد آپ پر قربان اے اللہ کے رسول!" نبی ﷺ نے کہا، «فَإِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ» "مجھے (مکہ سے) جانے کا حکم ہوا ہے"۔

- رسول اللہ ﷺ نے نصرت اس وقت مانگنی شروع کی جب اللہ نے انھیں اجازت دی، یعنی وحی کے ذریعے (اللہ کے فرشتے جبرائیل کے ذریعے) رسول اللہ ﷺ جس سے نصرت مانگتے تھے، انھیں پہلے اسلام کی طرف بلاتے تھے اور اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو ان سے نصرت طلب کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نصرت صرف قابلیت رکھنے والے اہلِ نصرت سے ہی طلب کرتے تھے، جس وجہ سے وہ صرف مضبوط قبائل ہی کے پاس جاتے تھے، کمزور کے پاس نہیں۔ یعنی وہ ان کے پاس گئے جن میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کر کے اللہ کے نازل کردہ کو قائم کرنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی قابلیت تھی، اور یہ ان کو واضح کر دیا جاتا تھا۔

ابو بکرؓ نے کہا، "کیا میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اے اللہ کے رسول، میرے والد آپ پر قربان!" نبی ﷺ نے کہا، »نَعَمْ« "ہاں"۔

خلاصہ: رسول اللہ ﷺ نے نصرت اس وقت مانگنی شروع کی جب اللہ نے انھیں اجازت دی، یعنی وحی کے ذریعے (اللہ کے فرشتے جبرائیل کے ذریعے)

- رسول اللہ ﷺ جس سے نصرت مانگتے تھے، انھیں پہلے اسلام کی طرف بلاتے تھے اور اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو ان سے نصرت طلب کرتے تھے۔
- رسول اللہ ﷺ نصرت صرف قابلیت رکھنے والے اہلِ نصرت سے ہی طلب کرتے تھے، جس وجہ سے وہ صرف مضبوط قبائل ہی کے پاس جاتے تھے، کمزور کے پاس نہیں۔ وہ محل وقوع کے اعتبار سے مشہور و مضبوط شہروں سے ہی نصرت مانگتے تھے، نہ کہ عرب بدوؤں کے چھوٹے گاؤں سے، یعنی وہ ان کے پاس گئے جن میں رسول اللہ ﷺ کی مدد کر کے اللہ کے نازل کردہ کو قائم کرنے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کی قابلیت تھی، اور یہ ان کو واضح کر دیا جاتا تھا؛ لہٰذا کچھ نے یہ شرط رکھی کہ نبی ﷺ کے بعد حکمرانی انھیں دی جائے، اور دیگر نے شرط رکھی کہ وہ عرب سے تو لڑیں گے مگر فارس سے نہیں، وغیرہ۔۔۔

مجھے امید ہے کہ یہ جواب تینوں بھائیوں کے سوالات کے لیے کافی ہو گا، اور اللہ بہترین جاننے والا اور سمجھ والا ہے۔

آپ کا بھائی،

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ

22 محرم 1441 ہجری

21/09/2019 عیسوی

ختم شد

سوال وجواب: اوپیک پلس (+OPEC) معاہدے کے پسِ پردہ عوامل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:

ریاض ویب سائٹ نے 9جولائی 2019 کو یہ شائع کیا کہ سعودی عرب نے گزشتہ منگل کو OPEC کے دیگر پیداواری ممالک کے ساتھ ہونے والے معاہدے میں، جسے "ویانا اتحاد " (**Vienna Alliance**) کا نام دیا جا رہا ہے، کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ OPEC کی جگہ ایک نیا ادارہ قائم ہو گیا ہے؟ کیا سعودی عرب کی اس اتحاد میں دلچسپی کی وجوہات داخلی ہیں یا خارجی؟ اور اس اتحاد میں اس کی اصل دلچسپی کیا ہے؟ یہ اتحاد کب تک قائم رہنے کا امکان ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

جواب:

جواب دینے سے پہلے کچھ چیزوں کی وضاحت ضروری ہو گی۔

اولاً: اس معاہدے کی حقیقت:

14 ملکی OPEC ممالک نے 2جولائی 2019 کو ویانا میں اپنے وزارتی اجلاس میں روس سمیت تیل کے 10 بڑے پیداواری ممالک کے ساتھ میثاقِ تعاون کی منظوری دی ہے اور اس معاہدے کو "ویانا اتحاد یا اوپیک پلس (**OPEC +**) " کا نام دیا ہے جس پر اگلے سال موسمِ خزاں میں روسی صدر کے سعودی دورے کے موقعے پر دستخط ہونا ہے۔ ان 24 ممالک نے تیل کی پیداوار میں کمی کے ڈھائی سالہ معاہدے میں مزید 9 ماہ کے اضافے پر اتفاق کیا ہے۔ یہ معاہدہ 2014 میں تیل کی قیمتوں میں زبردست کمی کے بعد روس اور سعودی عرب کے درمیان گزشتہ تین سالوں کے دوران بڑھتے ہوئے تعلقات کا نتیجہ ہیں جب تیل کی قیمتیں 147ڈالر فی بیرل کی حد کو چھونے کے بعد 2016 کے اوائل میں 27ڈالر فی بیرل تک گر گئی

یہ معاہدہ 2014 میں تیل کی قیمتوں میں زبردست کمی کے بعد روس اور سعودی عرب کے درمیان گزشتہ تین سالوں کے دوران بڑھتے ہوئے تعلقات کا نتیجہ ہیں جب تیل کی قیمتیں 147ڈالر فی بیرل کی حد کو چھونے کے بعد 2016 کے اوائل میں 27ڈالر فی بیرل تک گر گئی تھیں۔ تب ان تعلقات کا مقصد تیل کی رسد کی حد بندی کے ذریعے تیل کی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو کنٹرول کرنا تھا۔ اس عرصے میں، سعودی عرب نے روس کے ساتھ اس معاہدے میں اوپیک ممالک کی نمائندگی کی جس کے بعد اوپیک ممالک نے تیل کی یومیہ پیداوار میں 12 لاکھ بیرل جبکہ روس نے یومیہ 3 لاکھ بیرل کی کمی کی، جس سے قیمتوں میں کمی رک گئی اور قیمت 55ڈالر فی بیرل تک بڑھ گئی۔

تھیں۔ تب ان تعلقات کا مقصد تیل کی رسد کی حد بندی کے ذریعے تیل کی قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کو کنٹرول کرنا تھا۔ اس عرصے میں، سعودی عرب نے روس کے ساتھ اس معاہدے میں اوپیک ممالک کی نمائندگی کی جس کے بعد اوپیک ممالک نے تیل کی یومیہ پیداوار میں 12 لاکھ بیرل جبکہ روس نے یومیہ 3 لاکھ بیرل کی کمی کی، جس سے قیمتوں میں کمی رک گئی اور قیمت 55 ڈالر فی بیرل تک بڑھ گئی۔ اور اس میں گزشتہ دو سالوں میں اضافے کا رجحان رہا ہے جو تیل پیداواری ممالک کے لئے تسلی بخش تھا۔

اس نئے اتحاد کے بعد اوپیک ممالک کے ساتھ قازقستان، میکسیکو، آذربائجان اور روس جیسے اہم پیداواری ممالک کا اضافہ ہوا ہے، جو تیل کا 47فیصد سے زیادہ حصہ پیدا کر رہے ہیں۔ ان ممالک کی شمولیت سے قبل اوپیک ممالک کی مجموعی پیداوار عالمی پیداوار کا ایک تہائی تھی۔ اس امر کے علاوہ عملاً کچھ دوسرے عوامل بھی اس معاہدے پر اثر انداز ہونگے جیسے:

(الف) اس معاہدے نے اوپیک کو ختم نہیں کیا بلکہ اوپیک کے ساتھ دیگر ممالک، جن میں روس قابلِ ذکر ہے، اس اتحاد کا حصہ بنے ہیں۔ مگر یہ اوپیک کا قائم مقام نہیں ہے۔ نہ ہی اس سے اوپیک چارٹر ختم ہو گا۔ بلکہ نئے شامل ہونے والے ممالک اوپیک پلس کا حصہ بنیں گے اور اس رضاکارانہ معاہدے سے جب چاہیں باہر آ سکتے ہیں۔

(ب) یہ معاہدہ تیل کی عالمی منڈی میں جنم لینے والی ایک نئی حقیقت کی وجہ سے تیل پیدا کرنے والے ممالک پر مسلط ہوا

ہے، اور وہ ہے امریکی شیل تیل (Shale Oil)۔ جس کی پیداوار میں ماضی میں کمی زیادتی ہوتی رہی ہے اور اس میں 2025 تک کسی استحکام کا امکان نہیں ہے۔ چنانچہ اس معاہدے کا تب تک باقی رہنے کا قوی امکان ہے جب تک شیل آئل کی قیمت مستحکم نہیں ہوتی اور منڈی پر اس کے اثرات واضح نہ ہو جائیں۔

(ج) اس معاہدے میں اوپیک ممالک میں سے امریکہ کی کٹھ پتلی حکومت سعودی عرب کا کردار اہم ترین رہا ہے جو کہ امریکی پالیسی کے خلاف نہیں جاسکتی۔ چنانچہ اس معاہدے میں امریکہ کا کردار یقینی ہے۔ سعودی عرب کا روس سے معاہدہ بھی امریکی پالیسی کے اثرات کا نتیجہ ہے۔

ثانیاً: اس معاہدے کے محرکات:

ا۔ 2014 میں قیمتوں کے زوال کے بعد سے تیل کی عالمی منڈی میں تیل کی رسد کو کنٹرول کر کے اس کی قیمتوں کو قابو میں رکھنے کے لیے پیداواری ممالک کے درمیان تعاون ناگزیر بن چکا ہے، یہ قانونِ طلب و رسد کے عین مطابق ہے۔ پچھلی دہائیوں میں یہ کام اوپیک ممالک کے ذریعے ہوتا تھا، لیکن اب روس دنیا میں ایک بڑا پیداواری ملک بن کر سامنے آیا ہے جو یومیہ ایک کروڑ دس لاکھ بیرل تیل تیار کرتا ہے جو کہ مجموعی پیداوار کا دس فیصد ہے۔ روس اوپیک پر نظر رکھا کرتا تھا۔ اگر اوپیک اپنی پیداوار کم کر کے تیل کی قیمتوں کو بڑھاتا تو روس اپنی پیداوار بڑھا کر اضافہ شدہ قیمتوں کا فائدہ اٹھاتا، کیونکہ وہ اوپیک کی قراردادوں کا پابند نہیں تھا۔ یہ بات امریکہ کے لئے ناگوار تھی۔ خاص کر ان حالات میں جب وہ روس پر پابندیاں لاگو کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ امریکہ نے سعودی عرب کو جو اوپیک کا سب سے بڑا اور اہم پیداواری ملک ہے، یہ کام سونپا کہ وہ روس اور اوپیک کے درمیان ایک نئے اتحاد کی راہیں ہموار کرے تاکہ روس کی پیداوار کو اوپیک کے ذریعے سے کنٹرول کیا جاسکے۔

روس دنیا میں تیل کا ایک بڑا پیداواری ملک بن کر سامنے آیا ہے جو یومیہ ایک کروڑ دس لاکھ بیرل تیل تیار کرتا ہے جو کہ مجموعی پیداوار کا دس فیصد ہے۔ روس اوپیک پر نظر رکھا کرتا تھا۔ اگر اوپیک اپنی پیداوار کم کر کے تیل کی قیمتوں کو بڑھاتا تو روس اپنی پیداوار بڑھا کر اضافہ شدہ قیمتوں کا فائدہ اٹھاتا، کیونکہ وہ اوپیک کی قراردادوں کا پابند نہیں تھا۔ یہ بات امریکہ کے لئے ناگوار تھی۔ خاص کر ان حالات میں جب وہ روس پر پابندیاں لاگو کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ امریکہ نے سعودی عرب کو جو اوپیک کا سب سے بڑا اور اہم پیداواری ملک ہے، یہ کام سونپا کہ وہ روس اور اوپیک کے درمیان ایک نئے اتحاد کی راہیں ہموار کرے تاکہ روس کی پیداوار کو اوپیک کے ذریعے سے کنٹرول کیا جاسکے۔

۲۔ اس تعاون کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سعودی روس تعلقات میں 2014 کے بعد سے بہتری آئی اور 4 اکتوبر 2017 کو شاہ سلمان ماسکو گیا جو کسی سعودی فرمانروا کا پہلا دورۂ روس تھا۔ روسی صدر اور سعودی شہزادے کے درمیان کئی ملاقاتیں ہوئیں، روس سعودیہ کے ساتھ مستقبل میں ہتھیاروں کے معاہدے کرنے کا بھی متمنی تھا۔ اور اس طرح سعودی عرب اور روس کے درمیان تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ سب امریکی ایجنٹ سلمان اور اس کے بیٹے کے دور میں ہوا۔ یہ کوششیں 30 نومبر 2016 کو روس سمیت 11 ممالک اور اوپیک کے درمیان ایک معاہدے کی صورت میں نتیجہ خیز ثابت ہوئیں جس کے بعد اوپیک ممالک نے تیل کی پیداوار میں 12 لاکھ بیرل جبکہ روس اور دیگر ممالک نے 5 لاکھ 60 ہزار بیرل یومیہ کی کمی کی۔ صرف روس نے 3 لاکھ بیرل یومیہ کمی کی ہے۔ اس معاہدے کو یقینی بنانے کے لیے اس سے قبل سعودی عرب نے اپنی پیداوار بڑھانے کی دھمکی بھی دی تھی، جس سے روس کو قیمتوں میں کمی اور تیل کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اور اس سے روس کی معاشی مشکلات میں مزید اضافہ ہوتا، لہٰذا اس دھمکی نے اسے مذاکرات پر راغب کیا۔

۳۔ اس معاہدے سے تیل کی قیمتوں پر مثبت اثرات مرتب ہوئے اور معاہدے کے فوراً بعد ہی تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہوا۔ مگر یہ معاہدہ محض 6 ماہ کا تھا، بعد میں اس کی مدت بڑھانے پر طویل بحث ہوئی۔ اب جبکہ تیل کی قیمتوں میں بہتری آئی تھی، تو روس اپنے معاشی اہداف کی تکمیل کے لئے پیداوار بڑھانے کا خواہاں ہے جبکہ سعودی عرب اب بھی پیداوار میں کمی چاہتا ہے۔ وقتاً فوقتاً سعودی عرب پیداوار بڑھانے کا عندیہ دیتا رہتا ہے اور یہ دھمکی روس کو اپنی خواہش سے پیچھے ہٹانے کے لیے کارگر رہی ہے۔ اصحابِ نظر

اچھی طرح جانتے ہیں کہ امریکہ نے سعودی عرب کو تیل کی پیداوار بڑھانے کا کہا تاکہ روس اس معاہدے کو جاری رکھے۔ روس امریکہ کی اس چال کی وجہ سے پیداوار کی کمی پر راضی ہو گیا۔ مثلاً: ہفتے کو ڈانلڈ ٹرمپ نے ٹوئیٹ کیا کہ انھوں نے شاہ سلمان سے بات کی ہے کہ وہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے تیل کی پیداوار 20لاکھ بیرل تک بڑھادیں اور شاہ سلمان اس پر راضی ہیں۔(العربی الجدید ۱/۷/۲۰۱۸)

۴۔روس کا تیل کی پیداوار میں کمی سے ناخوش ہونا اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ العین کی ۵/۶/۲۰۱۹ کی خبر کے مطابق روس کی کمپنی روزنیفٹ (Rosneft) کے CEO ایگور سیچِن (Igor Sechin) نے کہا ہے کہ "(اس کا) ادارہ تیل کی پیداوار میں کمی کے معاہدے کی توسیع کی صورت میں حکومت سے کسی زر تلافی نقصان کے مطالبے کا سوچ رہا ہے۔ سیچن نے روس کے معاہدے پر سوال بھی اٹھائے ہیں اور کہا ہے کہ اس فیصلے سے امریکہ کے پاس اپنی پیداوار بڑھا کر روس کی بازاری حصہ داری پر قابض ہونے کا موقع ہو گا۔" بالفاظِ دیگر روس اس معاہدے کو اپنے مفاد میں نہیں دیکھ رہا، بلکہ اس کا معاہدہ جاری رکھنے کی وجہ سعودی عرب کی پیداوار بڑھا کر قیمتیں بہت زیادہ گھٹا دینے کا اندیشہ ہے۔ ایسا کرنے کی صورت میں سعودی عرب روس کے لئے زیادہ پیداوار کے باوجود معاشی فوائد کا حصول ناممکن بنا دے گا۔ اور اس کا نتیجہ روس کے لئے نقصان دہ ہو گا کیونکہ روس کے آدھے بجٹ کا انحصار تیل پر ہے۔ تو اس کا معاہدے کا فریق بننا اس کی مجبوری ہے۔ اور اس کا تیل کی قیمتوں کو بڑھانا امریکی شیل آئل کی طلب میں اضافے کا باعث بنے گا جس سے امریکی تیل کمپنیوں کو وسعت ملے گی۔ لہٰذا سعودی عرب روس کے سر پر لٹکی امریکی تلوار ہے جس کے ذریعے امریکہ جب چاہے روس کی تیل پیداوار کو گھٹا سکتا ہے۔

> اب جبکہ تیل کی قیمتوں میں بہتری آئی تھی، تو روس اپنے معاشی اہداف کی تکمیل کے لئے پیداوار بڑھانے کا خواہاں ہے جبکہ سعودی عرب اب بھی پیداوار میں کمی چاہتا ہے۔ وقتاً فوقتاً سعودی عرب پیداوار بڑھانے کا عندیہ دیتا رہتا ہے اور یہ دھمکی روس کو اپنی خواہش سے پیچھے ہٹانے کے لیے کارگر رہی ہے۔ اصحابِ نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ امریکہ نے سعودی عرب کو تیل کی پیداوار بڑھانے کا کہا تاکہ روس اس معاہدے کو جاری رکھے۔ روس امریکہ کی اس چال کی وجہ سے پیداوار کی کمی پر راضی ہو گیا۔ مثلاً: ہفتے کو ڈانلڈ ٹرمپ نے ٹوئیٹ کیا کہ انھوں نے شاہ سلمان سے بات کی ہے کہ وہ قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے تیل کی پیداوار 20لاکھ بیرل تک بڑھادیں اور شاہ سلمان اس پر راضی ہیں۔

۵۔امریکہ کے لئے تیل کی پیداوار میں کمی کی کیا اہمیت ہے اس کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ آج کا امریکہ ماضی سے کافی مختلف ہے جہاں شیل آئل اب ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔ اور اس کی پیداوار میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ اضافہ قرضوں تلے دبی امریکی معیشت کے لئے نہایت اہم ہے۔ اور اس کی پیداوار اور قیمتوں میں اضافہ مارکیٹ حالات پر منحصر ہے۔ اور امریکہ نے سعودی عرب کو مارکیٹ حالات کو سازگار بنانے کے لئے اوپیک کی پیداوار کم کرنے کا کام دیا ہے۔ اس سے ایک طرف شیل آئل کو مارکیٹ حصہ داری حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو دوسری طرف تیل کی قیمتیں اونچی رہیں گی۔ اور یہ دونوں چیزیں شیل آئل کی پیداوار کے لئے معاشی طور پر معاون ہوں گی۔ شیل آئل کو کامیاب ہونے کے لئے اس کی قیمت کو 69 ڈالر فی بیرل ہونا چاہیئے، لیکن ٹیکنالوجی میں بہتری سے اب اس کی قیمت اس سے بھی کم ہو گئی ہے۔ امریکہ شیل آئل کو تیل کی منڈی میں برتری حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھ رہا ہے۔

۶۔Carrot and stick کی پالیسی کے تحت قیمت گھٹانے یا پیداوار بڑھانے کی سعودی دھمکی دراصل stick ہے، جبکہ روس کی مشرقِ وسطیٰ میں رسائی کا جھانسا دراصل carrot ہے۔ سعودی فرمانروا شاہ سلمان کا 2017 میں ماسکو کا دورہ کسی سعودی بادشاہ کا روس کا پہلا سرکاری دورہ تھا۔ سعودی عرب نے بھی روسی صدر کو اس بار موسم خزاں میں اپنے ملک دورے کی دعوت دی ہے جو کہ دوسری مرتبہ کسی روسی صدر کا دورہ سعودی عرب ہو گا۔ 29جون 2019 کو اوساکا، جاپان میں منعقدہ جی۔20 اجلاس میں شہزادہ محمد بن سلمان سے ملاقات کے بعد روسی صدر پیوٹن نے ویانا معاہدے پر دستخط کا سب سے پہلے اعلان کیا۔[روسی صدر نے سعودی ولی عہد کو یہ بھی کہا تھا کہ وہ "دونوں ملکوں کے درمیان توانائی کے شعبے

میں تعاون پر بات کرنا چاہتے ہیں"۔ پیوٹن نے مزید کہا کہ "اوپیک پلس کے تحت اسٹریٹجک شراکت داری سے تیل کی مارکیٹ میں توازن قائم کرنے کے ساتھ تیل کی طلب کو دیکھتے ہوئے پیداوار کو گھٹانے یا بڑھانے کا موقع ملے گا، جس سے predictability پیدا ہو گی اور سرمایہ کاری کو فروغ ملے گا۔" پیوٹن نے اعلان کیا کہ "یہ معاہدہ اپنی موجودہ شکل اور مقدار پر آئندہ بھی جاری رہے گا"۔ عربی انڈیپنڈنٹ 29 جون 2019]۔ روس اس دھوکے میں ہے کہ اسے سعودی عرب سمیت اوپیک ممالک اور تیل کی منڈی میں رسائی حاصل ہو گی۔ روس کے ذہن میں اس غلط سوچ کو پیدا کرنے کے لئے امریکہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اس معاہدے سے ناخوش ہے۔ (بارڈوف (Bordoff)، جو اوباما حکومت میں مشیر توانائی رہا ہے نے کہا کہ "اس سے پہلے امریکہ تمام اہم اوپیک ممالک کے ساتھ گفت و شنید کرتا رہا ہے، تو اب ایک ایسے ملک کو معاہدے میں شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی ،جو امریکہ کا حریف رہا ہے۔") امریکی وزیرِ خارجہ مائیک پومپیو سے جب اس سال کے اوائل میں پوچھا گیا کہ کیا روس تیل سفارتکاری کے ذریعے مشرقِ وسطیٰ میں امریکہ کو پیچھے چھوڑ سکتا ہے تو اس نے کہا کہ "ہمیں یقین ہے کہ ولادیمیر پیوٹن کی یہ کوششیں ناکام ہونگی۔"

۷۔ اس معاہدے کی یہ حقیقت اور محرکات ہیں۔ مگر اس معاہدے کا دیرپا قائم رہنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ روس ہمیشہ پیداواری پابندیوں سے دور بھاگتا ہے تاکہ تیل کی بڑھتی قیمتوں کا زیادہ فائدہ اٹھا سکے۔ خاص طور پر مستقبل قریب میں تجارتی جنگ کے تیل کی قیمتوں پر اثر انداز ہونے، وینزویلا، لیبیا اور ایران کی تیل کی پیداوار میں توازن قائم ہونے اور مارکیٹ پر اس کے اثرات مرتب ہونے کے بعد روس کا ان پابندیوں کی پاسداری کرنا کافی مشکل ہو جائے گا۔ مزید بر آں روس کے تیل کے ذخائر موجودہ پیداواری رفتار کے مطابق 20 سال میں ختم ہونے والے ہیں، نتیجتاً روس جلد ان ذخائر سے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش شروع کر دے گا، الّا یہ کہ کوئی نئے ذخائر دریافت ہوں۔ مگر پھر بھی یہ معاہدہ 2025 تک، جب تک کہ امریکہ میں تیل کی پیداوار میں توازن قائم نہیں ہو جاتا، قائم رہنے کا قوی امکان ہے۔ تب اس وقت کے حقائق پر روس تیل کے حوالے سے اپنی پالیسی تیار کرے گا جو آج کافی غیر یقینی ہیں۔

۸۔ آخر میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ امریکہ کی پسِ پردہ رہتے ہوئے روس کو سعودی عرب کے ذریعے تیل پیداوار بڑھانے کی دھمکی دینے، مشرقِ وسطیٰ میں رسائی کا جھانسہ دینے، اور روس کو اوپیک پلس (OPEC +) میثاق میں دھکیلنے کی پالیسی دراصل امریکہ کی ایک دوسری پالیسی کی کامیابی کا امکان بڑھاتی ہے۔ وہ ہے روس کو پابندیوں اور دھمکیوں کے زور پر چین کے خلاف کرنا۔ اوپیک پلس منصوبے کی کامیابی امریکہ کو روس کے خلاف پریشر بڑھانے کا موقع دے گی۔ اس کے لئے امریکہ روس کو کچھ اور جھانسے بھی دے گا۔ جب تک روس چین کے خلاف امریکی غلامی قبول نہ کر لے۔ اور اس کے لئے امریکہ نے کوششیں شروع کر دی ہیں۔ چنانچہ G-20 اجلاس کی سائڈلائنز پر روس سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اگر وہ Medium-Range میزائل معاہدے میں امریکہ کی شمولیت چاہتا ہے تو اسے چین کو بھی شامل کرنا ہو گا۔ روس اس معاہدے کو کافی اہمیت دیتا ہے اس لئے وہ چین کو شامل ہونے کے لئے زور دے گا جس سے دونوں ممالک کے درمیان بحران کا اندیشہ ہے۔ یہ روس کو امریکہ کے قریب کرے گا۔ اس سب کے لئے، حالیہ "ویانا اتحاد" دراصل روس کے خلاف امریکی جال ہے۔

۹۔ خلاصہ یہ کہ مسلمان حکمرانوں نے ہماری دولت کو کافر استعماری ممالک کی باہمی سیاسی کشمکش کی دہلیز پر ڈال دیا ہے۔ اگر ان ممالک کا مفاد تیل پیداوار میں کمی کا تقاضا کرتا ہو تو یہ سرِ تسلیم خم کر دیں گے اور اگر ان کا مفاد پیداوار بڑھانے میں ہو تو یہ تب بھی حکم کی بجا آوری کریں گے۔ اگر ان کا مفاد ہماری دولت کو کوڑیوں کے مول لینے میں ہو، تو یہ حکمران اس ذلت کو قبول کر لینگے۔ اور اگر ان کا مفاد اس دولت کو ان حکمرانوں کی کرسیاں بچانے کے بہانے مفت ہتھیانے میں ہوا، جیسا کہ ٹرمپ نے کہا تھا، تو یہ اس کو بھی بخوشی قبول کر لینگے۔ لہٰذا ان حکمرانوں کا حال اس دنیا میں ایسا ہے جیسے صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ [البقرة: ۱۷۱] (بہرے ہیں، گونگے ہیں اور اندھے ہیں، یہ سمجھتے نہیں ہیں) اور آخرت میں بھی ان کا یہی حال ہو گا۔ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى وَأَضَلُّ سَبِيلاً [الإسراء: ۷۲] "جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا اور راہ بھٹکا رہے گا"۔

۹ ذیقعد ۱۴۴۰ ہجری

12/07/2019 CE

ختم شد

صرف ہماری ڈھال خلافت ہی مقبوضہ کشمیر کے مظلوموں، زخمیوں اور شہداء کی پکار کا جواب دے گی

پریس نوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندو ریاست کی افواج مقبوضہ کشمیر میں دلیر مردوں کو شہید اور پاک دامن عورتوں اور معصوم بچوں کی تذلیل کر رہی ہیں لیکن پاکستان کے وزیر اعظم مسلسل بین الاقوامی برادری کی بے حسی کا رونا رو رہے ہیں جیسے اس کے اپنے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے اور وہ بالکل کمزور اور لاچار ہے۔ 5 ستمبر 2019 کو عمران خان نے ایک ٹویٹ میں کہا، "جب مسلمانوں پر ستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں تو کیا اقوام عالم کی انسانیت دم توڑ دیتی ہے؟ دنیا بھر میں بسنے والے 1.3 ارب مسلمانوں کو کیا پیغام دیا جا رہا ہے؟"۔ دنیا کی چھٹی بڑی آرمی کی کمانڈ اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے باوجود بصیرت سے عاری باجوہ-عمران حکومت مسلسل اُن لوگوں سے مدد کی التجائیں کر رہی ہے جہاں سے مسلمانوں کے لیے ہمیشہ دکھ، درد اور تکلیف ہی آئی ہے۔ یقیناً بین الاقوامی برادری میں استعماری طاقتیں چھائی ہوئی ہیں جنہوں نے ہمیشہ خود اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کے علاقوں کی تقسیم اور بندر بانٹ کی اور ان پر قبضے کو یقینی بنایا، یا پھر اس عمل میں دوسروں کی مدد کی۔ بین الاقوامی برادری سے مدد مانگنا ایسے ہی ہے کہ بھیڑ کی حفاظت کے لیے بھیڑیے سے مدد مانگی جائے۔ مسلمانوں پر ایسے لوگوں کی حکمرانی کا کیا فائدہ کہ جن کے ہاتھوں میں لاکھوں افواج کی کمانڈ اور دنیا کے بیش بہا خزانے ہوں لیکن وہ پھر بھی دوسروں سے التجائیں کریں؟ !کیا ان حکمرانوں کو زندہ بھی کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب مقبوضہ کشمیر، فلسطین، چین اور میانمار (برما) کے مسلمانوں پر بدترین انسانیت سوز مظالم ڈھائے جاتے ہیں تو یہ حکمران ایسے بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں جیسے کہ مردہ ہوں؟ ان حکمرانوں میں زندگی کی نشانیاں صرف اس وقت نظر آتی ہیں جب ان کے مغربی آقا انہیں خود اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کا خون بہانے کا حکم دیتے ہیں یا پھر جب یہ حکمران دشمن کے ساتھ امن اور نارملائزیشن کر کے دشمن کو مسلمانوں کا خون بہانے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، **قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ " اللہ ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں "** (المنافقون 63:4)

اے پاکستان کے مسلمانو! یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کے احساسات، جذبات اور مطالبات مسلمانوں سے بالکل جدا ہیں۔ پاکستان کے مسلمانوں نے اقوام متحدہ سے آنکھیں پھیر لیں ہیں لیکن پاکستان کے حکمران استعماری طاقتوں کی صفوں میں کھڑے ہیں جو مسلم علاقوں پر قبضہ اور پھر انہیں تقسیم کرنے کے لیے اقوام متحدہ کو ایک آلے کے طور پر استعمال کرتیں ہیں۔ پاکستان کے مسلمان پُرزور طریقے سے مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کے دفاع کے لیے افواج پاکستان کے شیروں کو فوری طور پر کھلا چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن پاکستان کے حکمران اس مطالبے کو ٹالنے کے لیے مسلسل بہانے پر بہانے پیش کر رہے ہیں یہاں تک کہ دشمن کی جگہ ہمیں جنگ سے خوفزدہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ بات پہلے سے بھی کہیں زیادہ واضح طور پر ثابت ہو گئی ہے کہ صرف خلافت، امت کی ڈھال، ہی مقبوضہ کشمیر میں مودی کی جارحیت کا جواب آگ و خون سے دے گی جو اس کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، **إِنَّمَا الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ" یقیناً (امام) خلیفہ ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر تم لڑتے ہو اور اس کے ذریعے تحفظ حاصل کرتے ہو"** (مسلم)۔ یہ بات واضح ہے کہ جب تک ہم اپنی ڈھال، خلافت، کو بحال نہیں کرتے، ہم پر مسلط نااہل اور بزدل حکمران مقبوضہ علاقوں میں جاری جنگوں میں ہمارے دشمنوں، صلیبیوں، ہندو ریاست اور یہودی وجود، کے لیے وقت حاصل کرتے رہیں گے تا کہ وہ اپنے قبضے کو مستحکم کر سکیں اور مسلمان تھک کر مزاحمت سے دستبردار ہو جائیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ ہم سب مل کر وحی کی بنیاد پر حکمرانی کی بحالی کے لیے بھرپور جدوجہد کریں اور افواج پاکستان میں موجود اس امت کے شیروں کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ نبوت کے طریقے پر خلافت کی بحالی کے لیے نصرة)مادی مدد (فراہم کریں تا کہ کامیابی یا شہادت کی جستجو میں ان کی قیادت وہ بہادر حکمران کرے جس کے وہ مستحق ہیں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

ختم شد

اللہ اکبر
جامع مسجد سیدنا صدیق اکبر
اپیل

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس